رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۷۹

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا

دنیا کے مذاہب پر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

(یعنی)

ریویو آف ریلیجنز

ایڈیٹر۔ قاضی محمد ظہور الدین۔ اکمل

چندہ سالانہ ہندوستان میں تین روپیہ پیشگی ۔ ہندوستان سے باہر ساڑھے چار روپیہ پیشگی

محصول ڈاک سالانہ علاوہ ازاں

نمبر ۱۲	دسمبر ۱۹۲۴ء مطابق ربیع الثانی ۱۳۴۳ھ	جلد ۲۳

فہرست مضامین

مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں منشی عبد الرحمٰن کشمیری قادیانی پرنٹر و پبلشر چھپ کر شائع ہوا

مذہبی کانفرنس ویمبلے لنڈن کے مضامین

احباب کرام کو معلوم ہے کہ مذہبی کانفرنس ویمبلے میں ہماری طرف سے دو مضمون سنائے گئے۔ ایک احمدیت حقیقی اسلام جو سلسلہ احمدیہ کے بارے میں ہے۔ اور دوسرا تصوّف۔ ان دو مضامین کا ترجمہ خاکسار نے کرا لیا ہے۔ ایک مضمون تو اسی پرچے میں نکال دیا۔ دوسرا ماہ جنوری کے رسالے میں نکلے گا (انشاء اللہ) یہ دو تو مضمون الگ بھی جلسہ سالانہ دسمبر پر کتابی صورت میں نکلینگے۔ احباب کرام انکی اشاعت میں حصہ لیکر ثواب دارین حاصل کریں

جلسہ سالانہ پر آنیوالے احباب ریویو آف ریلیجنز کا چندہ سال حال یا ماسبق جن صاحبان نے تاحال نہیں دیا۔ وہ مہربانی فرماکر اب جلسہ سالانہ پر تو اپنے اپنے ذمہ کا بقایا دیتے آئیں۔ کیونکہ سال گذر چکا ہے اور ہم رسالے انکی خدمت میں پہنچا چکے ہیں دیگر احباب کرام کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ حسب دستور سال آئندہ کی قیمتیں دیتے آئیں یا کسی کے ہاتھ بھجوا دیں۔ تاکہ ہر زائد خرچ نہ پڑے۔ اور ہم بھی مالی طرف سے اطمینان کے ساتھ آئندہ سال خدمت بجا لا سکیں ہندوستان سے بیرونجات کے خریداروں کی خدمت میں وی پی نہیں جا سکتے وہ بھی اپنے اپنے بقایا اور آئندہ پیشگی قیمتوں کی طرف توجہ فرمائیں ⁂

احمدی جنتری ۱۹۲۵ء برادر محمد یامین صاحب تاجر کتب نے مثل سالہائے سابقہ اس سال بھی جنتری شائع کر دی ہے جو بہت سے مفید معلومات کا مجموعہ ہے۔ کاغذ ایک بہت اچھا لگایا ہے اور لکھوائی چھپوائی بھی عمدہ ہے قیمت ۲۰ر ایک روپیہ کی آٹھ کاپیاں جزاہ اللہ احسن الجزا۔ احباب ہمارے بھائی کی خدمات کی قدر دانی فرمائیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح کے لیکچر پورٹ سمتھ کا لیکچر اور سوانح رسول کریمؐ منشی فخر الدین صاحب نے چھپوائے ہیں۔ احباب کتاب گھر قادیان سے منگوا لیں۔

مجرّبات نور دین ہمیں یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی ہے کہ کتاب مجرّبات نور دین جسکی نسبت اکثر درخواستیں ہمیں تشحیذ میں بھی آتی رہتی ہیں دوبارہ چھپنی شروع ہو گئی بہت صحیح اور پہلے سے ضخیم اور نئے نئے معلومات کا مجموعہ ہے پہلا حصہ جو قریباً ۵۰۰ صفحہ پر ختم ہوگا جلسہ دسمبر پر شائع ہو جائے گا اس میں حضرت مولوی نور الدین رضی اللہ عنہ کی طبی سوانح عمری بھی ساتھ ہوگی۔ مکرمی مفتی فضل الرحمٰن صاحب طبیب کو خدا جزائے خیر دے جنہوں نے یہ اہتمام فرمایا۔ حاجتمند ابھی درخواستیں بھیجدیں ⁂

کیفیت دھرم پال مہاشہ فضل حسین صاحب کی نئی تصنیف جس میں واقعات اور دلائل کے رو سے بتلایا گیا ہے کہ آریوں کا مسلمانوں

کو ویدک دھرم کی دعوت دینا فضول اور عبث ہے، کیونکہ ویدک مذہب کی نشانیاں اس میں نہیں پائی جاتیں۔ قیمت ۵ ر ملنے کا پتہ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

المسیح الدجّال

(نمبر ۳)

مَیں نے گذشتہ دو نمبروں میں واضح کر دیا ہے کہ مرزا حسین علی کو نبوت و رسالت کا دعویٰ نہیں تھا بلکہ ربوبیت عظمیٰ و الوہیت کبریٰ کا دعویٰ تھا جو اس کے المسیح الدجّال ہونے کا ثبوت ہے بعض بہائی مسلمانوں کو دھوکہ دینے کیلئے کہتے ہیں۔ کہ صرف اصطلاح کا فرق ہے ورنہ وہ موعودِ اسلام ہیں لیکن مَیں ناظرین کو پھر انہی حوالوں کی طرف متوجہ کرتا ہوں خصوصاً حوالہ کتاب الفرائد صـ۲۷۵

"ادعائے ایشان ادعائے نبوّت باشد محض وہم و گمان جناب شیخ است"

اور صـ۲۸۲ پر ہے:۔ "مقام او مقامِ نیابت و خلافت و امامت نیست بل ظہور کلی الٰہی است"

یہ بات ہے بھی صحیح کہ جس کو الٰہ اور ربّ العالمین ہونے کا دعویٰ ہو وہ نبی و رسول کیونکر کہلا سکتا ہے اسی لئے مَیں نے بار بار لوگوں کو توجہ دلائی ہے کہ حسین علی کے دعویٰ کو ہم منہاج نبوّت و رسالت پر نہیں پرکھ سکتے۔ اور نہ چالیس سال تک اس کا زندہ رہنا اس کے صادق ہونے کی دلیل ہو سکتی ہے کیونکہ جو الٰہ الناس ہونے کا دعویٰ کرے اس کی سزا تو جہنّم ہے مَیں اسکے ثبوت میں کچھ اور حوالے بھی عرض کرونگا۔

۱۔ طرازات طراز ششم صفحہ ۱۳ مطبوعہ آگرہ میں مرزا حسین علی لکھتا ہے:۔ اِنّنی انا اللّٰہ لا الٰہ الا انا المہیمن القیوم (مَیں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں مَیں مہیمن اور قیوم ہوں)

۲۔ اور تجلیات میں تجلی چہارم صفحہ ۵ پر ہے:۔ اننی انا اللّٰہ لا الٰہ الّا انا ربّ کل شیءٍ ان ما دونی خلقی ان یا خلقی ایای فاعبدون (مَیں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں مَیں ربّ ہوں ہر چیز کا۔ ہر چیز میرے سوا میری مخلوق ہے میری ہی عبادت کرو۔

آپ ان حوالوں کا سیاق سباق آگے پیچھے سب عبارت دیکھ لیں قطعاً یہ اس خداوند زمین و زمان کی طرف منسوب نہیں ہو سکتے بلکہ حسین علی اپنے آپ ہی کو معبود والٰہ قرار دے رہا ہے اور میرا چیلنج ہے ہر بہائی کو کہ وہ اس کے کوئی اور معنی کر کے دکھائے۔ یا بتائے کہ اس سے مراد حسین علی نہیں بلکہ خدا ہے

اچھا بفرض محال ان دو حوالوں کی کوئی تاویل بھی کرلیجائے۔ تو کتاب مبین کے اس حوالے کے کیا معنی کروگے کہ لا الٰہ الّا انا المسجون الفرید۔ کوئی معبود نہیں مگر مَیں جو جیلخانہ میں اکیلا ہوں۔ اب یا تو مانو کہ خدا تعالیٰ بھی جیلخانوں میں قید ہو جایا کرتا ہے یا یہ تسلیم کرلو۔ کہ حسین علی ہی اللہ اور معبود ہے اور وہی جیل میں تھا۔

پھر متبوع نے جو کچھ پڑھایا وہی تابعین نے سمجھا اور مانا۔ چنانچہ مَیں پچھلے رسالے میں دکھا چکا ہوں کہ بہائی نمازیں روضۂ حسین علی کی طرف مُنہ کرکے پڑھتے ہیں اور اسی کو اپنی دعاؤں کا قبول کرنیوالا سمجھتے ہیں۔ (در قلب باید متوجہ بجمال قدم (حسین علی) باشیم × × اجابت کنندہ غیر او نہ (دروس الدیانۃ) روضۂ حسین علی کو صاف صاف لفظوں میں **معبود جہان** مانا ہے۔ دیوان نوش صفحہ ۹۴ پر ہے **اے معبود و معبود جہان روضۂ ابہیٰ**۔ اسی طرح ان بہائیوں کا سلام ہے اللہ اکبر۔ اللہ اعظم۔ اللہ ابھیٰ۔ اللہ اجمل اور عبد البہا۔ حسین علی کا بیٹا اور خلیفہ مکاتیب جلد دوم صفحہ ۲۴۵ پر لکھتا ہے:۔ ایں چہار تحیّت از حضرت اعلیٰ روحی لہ الفدا است و مقصد از ہر چہار جمال قدم روحی لاحبائہ الفداء است نہ دون حضرتش۔ یعنی ان چاروں کلموں سے مراد **جمال قدم** یعنی حسین علی ہی ہے نہ کوئی اور۔ اور دوسرا کوئی مراد کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ ایک عید کے بیان میں دروس الدیانیہ والا لکھتا ہے جمال اقدس ابھیٰ بر عرش ربوبیت کبریٰ مستوی و بکل اسماء حسنیٰ و صفات علیا بر اہل ارض و سماء تجلی فرمود۔ کہ حسین علی نے ربوبیت کبریٰ کے عرش پر اپنے تمام صفات و اسماء کے ساتھ زمین و آسمان والوں پر تجلی فرمائی۔ چنانچہ حسین علی اسی گھمنڈ میں اپنے ایک مرید **محمد** نام کو حکم دیتا ہے کہ یا محمد اذا خرجت من ساحۃ العرش اقصد زیارۃ البیت یعنی اس بیت کی زیارۃ کا قصد کر و قل یا بیت اللہ الاعظم أین جمال القدم × × مالی یا عرش اللہ اری تغیر حالک اور کہ اے **اللہ اعظم کے بیت** وہ حسین علی کہاں ہے۔ کیا ہو گیا اے **اللہ کے عرش** کہ مَیں تیرا حال متغیر دیکھتا ہوں پھر ان الفاظ میں دعا مانگنے کا حکم دیا ہے۔

"یا الٰہی اسألک بھذا البیت الذی تغیّر فی فراقک وینوح لھجرک و ما ورد علیک فی ایامک ان تغفر لی ولابوی وذوی قرابتی والمؤمنین من اخواتی ثم اقض لی حوائجی کلھا بجودک"

اے میرے معبود (حسین علی) میں تجھ سے دعا مانگتا ہوں اس گھر کے وسیلے سے جو تیری جدائی میں

حال سے بے حال ہے (صاف ظاہر ہے کہ یا الٰہی سے مراد حسین علی ہے جو اس البیت میں موجود نہیں اور جس کی جدائی کا شکوہ ہے) اور جو تیرے ہجر میں اور تیری ان مصیبتوں پر اے میرے معبود جو تیرے ان ایام میں تجھ پر وارد ہوئیں رو رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ الٰہی کر کے اسی کو خطاب کیا ہے جو اَب اس بیت میں نہیں اور جس پر مصیبتیں وارد ہوتی رہی ہیں یعنی حسین علی) مَیں تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ کہ مجھے اور میرے والدین اور رشتہ داروں کو اور میرے مومن بھائیوں کو بخش دے اور اپنے فضل سے میری تمام حاجتوں کو روا کر دے۔

اب اس زبردست حوالے کو ملاحظہ فرمائیے اور بتائیے کہ آیا حسین علی مرزا کو معبود و الٰہ الناس ہونے کا دعویٰ تھا یا نہیں اور آیا اس نے اپنے مریدوں کو اپنی پرستش کا حکم دیا یا نہیں۔ پس اس صورت میں اس کے الدجال ہونے میں کیا شبہ رہ جاتا ہے جس کی نسبت آثار میں آیا ہے کہ اسے خدائی کا دعویٰ ہوگا اور جس کی نسبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی فرما دیا کہ ان ربکم لیس باعور یعنی اس کا ہیکل انسانی میں ہونا اور تقاضاء بشریت کا پایا جانا ہی اس کے الٰہ ہونے کے ادعاء ناروا کا مبطل ہوگا۔

باوجود اس کے پھر ہمارے سامنے بعض بہائیوں کا یہ پیش کرنا کہ وہ **رجل من فارس** ہے، کیا بیہودگی ہے۔ کیونکہ رجل من فارس کا مصداق تو وہ ہے جسے خدا کا رسول یا نبی ہونے کا دعویٰ ہوگا نہ کہ خداوند و الٰہ ہونے کا۔ اور جو اپنے سامنے انبیاء کرام کی اور سید المرسلین کی کچھ حقیقت ہی نہیں سمجھتا۔ چنانچہ **المعیار الصحیح** مؤلفہ سید مصطفےٰ رومی بہائی رنگون کے صفحہ ۲۲۵ پر صاف لکھا ہے:-

"اس واسطے یہ بڑا ظہور (حسین علی) جو سابق کے ساتوں ظہورات (اولو العزم انبیاء) سے نہایت ہی بڑا اور سب کا ملتر اور سب کو ایک کرنے والا ہے۔ امروز اس درخت جہاں کی پھنگی یا عرش پر ظہور فرما ہوا ہے اور اس بناء پر وہ سابق کے کسی ظہور کا تابع نہیں بلکہ متبوع مطلق ہے اور سب کمالات سابقہ اور لاحقہ کا جامع ہے۔ نتیجہ کلیہ ہے"

اس عبارت میں دوسرے انبیاء کو پتے وغیرہ زوائد قرار دے کر حسین علی کو **اصل** اور سب انبیاء کا متبوع مطلق اور جامع کمالات سابقہ و لاحقہ بتایا ہے۔ مگر یہیں تک بس نہیں ان لوگوں کے نزدیک خدا سے تو کچھ سروکار ہی نہیں چنانچہ المعیار الصحیح صفحہ ۲۲۴ پر ہے کہ:-

"بخلاف ذات مقدس الٰہی کے جو سب چیزوں سے پاک منزہ ہے اور فہم و ادراک مخلوقات سے

باہر ہے مگر بیان مذکورہ بالا سے یہ بات ہرگز ثابت نہیں ہوتی کہ ہم اس کی حقیقت کو پہچان سکیں کیونکہ ہم اس محیط پر حاوی نہیں ہیں اور نہ اس کے مانند جو اس سے ہم کو کچھ سروکار رہے۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا تو ایک برائے نام چیز ہے نہ ہمارے فہم میں آئے نہ عقل میں۔ جو کچھ ہے حسین علی ہی ہے اسی سے ہمیں سروکار ہے وہی ہمارا معبود وہی تمام اسماء حسنیٰ وصفات علیا کا مرکز و مجمع اسی سے ہم دعا کرینگے اسی کی عبادت کرینگے اسی سے ہمارا واسطہ اور سروکار ہے۔ اب جن کا یہ عقیدہ ہو اور جو خاتم الانبیاء سید الرسل کی کچھ حقیقت ہی نہ سمجھیں جو ان کی شریعت کا دور دورہ ختم سمجھیں اور جو اس قسم کی روایات مردودہ پر اعتقاد رکھتے ہوں کہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اسمہ اسم علی وانا تحت رجلیہ (معیار الصحیح صفحہ ۱۵۰) یعنی فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام بڑا ہے اور میں اس کے دونو قدموں کے نیچے ہوں نعوذ باللہ من ذٰلک اور جو علی الاعلان لکھتے ہوں کہ "خاتم الاولیاء (ولی کے معنی ان کے نزدیک متصرف فی الامور کے ہیں مطابق الولایۃ للہ الحق نہ کہ خدا کا دوست) سب کا متبوع ہے یعنی سب کا پیشوا ہے اولیاء اور پیغمبر آدم سے لیکر خاتم (محمد رسول ؐ) تک سب اس کی متابعت کرینگے (المعیار الصحیح صفحہ ۱۳۸) بھلا وہ کس منہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث پیش کر سکتے ہیں۔ تاہم۔ ہم اس حدیث پر بھی نظر کرتے ہیں۔ کہ رجل من فارس سے حسین علی کیونکر مراد ہو سکتا ہے۔ **حدیث** یوں ہے:۔

من ابی ھریرۃ قال کنا جلوسًا عند النبی صلعم اذ نزلت سورۃ الجمعۃ فلما نزلت واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم قالوا من ھٰؤلاء یا رسول اللہ قال وفینا سلمان الفارسی قال فوضع یدہ علےٰ سلمان ثم قال لو کان الایمان عند الثریا لنالہ رجالٌ من ھٰؤلاء (رجل من ھٰؤلاء) متفق علیہ

ابوہریرہ کی روایت ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور بیٹھے تھے سورۃ جمعہ نازل ہوئی جب واٰخرین منھم اُتری تو لوگوں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں سلمان فارسی بیٹھے تھے آپ نے ان پر ہاتھ رکھ کر فرمایا اگر ایمان ثریا پر چلا گیا تو یہ لوگ یا ان لوگوں میں سے ایک عظیم الشان شخص اسے واپس لائیگا۔

اب پہلے وہ آیات پڑھیئے ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم اٰیاتہ ویزکیّھم ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین واٰخرین منھم لمّا یلحقوا بھم۔ اس کے معنی یہ ہونگے کہ وہ ذات پاک جس نے امّیوں میں رسول کو مبعوث کیا جو ان پر آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت سکھاتا ہے وہ

پرلے درجے کی گمراہی میں تھے اور پھر یہی رسول مبعوث ہوگا ان دوسرے لوگوں میں جو ابھی انسے نہیں ملے۔ یا یہ معنی ہونگے کہ وہ رسول آیات سُناتا ہے امیوں کو اور سُنائیگا ان دوسروں کو۔ جو ابھی ان سے لاحق نہیں ہوئے۔ اور جو تزکیہ کرتا ہے اور کتاب و حکمت سکھاتا ہے ان امیوں کو اور تزکیہ کریگا اور کتاب و حکمت سکھائیگا ان دوسرے لوگوں کو۔ بہرحال نبی کریم کی بعثت ثانی ضروری ہے اور جب آپ وفات پا چکے ہیں تو لامحالہ یہی ہوسکتا ہے کہ ایک رسول آپکی روح و قوّت میں آپ ہی ہیں آپکے کمالات کا حامل مبعوث ہو۔ اس کا پتہ نبی کریم صلعم نے دیا کہ وہ رجل من فارس ہوگا یعنی فارس میں تو نہیں فارس سے ہوگا۔ چنانچہ وہ سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی ہیں۔ ضرور ہے کہ آپ اور آپ کے ابناء اہل فارس کے ذریعے سے تکمیل اشاعت اسلام ہو چنانچہ تاریخ سے بھی ثابت ہے کہ آپ کا خاندان ابناء فارس میں سے ہے :۔

مرزائی بیان "برلاس ایک مشہور قوم مغل ہے جس میں تیمور جیسے نامور فاتح اور عالی انسان گذرے ہیں۔ چھٹی صدی ہجری کے قریب قراچار نامی اس قوم کا اعلیٰ مورث تھا۔ قراچار نے اپنی قوم برلاس کو سمرقند کے جنوب کی طرف تخمیناً تیس میل کے فاصلہ پر شہر کش کے گرد نواح میں آباد کیا۔ تمام علاقہ جو والگاہ سے بحیرۂ فارس تک اور افغانستان و بلوچستان سے بخارا تک پھیلا ہوا فارس کہلاتا تھا چنانچہ دو بڑے مشہور مصنف بھی اسی طرف گواہی دیتے ہیں بلکہ بقول بعض اکثر حصہ افغانستان اور بلوچستان موجودہ اور دریا گنگا کے منبع سے شمالی علاقہ جو کاشغر کی طرف پھیلا ہوا ہے اسی میں داخل تھا اور کش بھی انہی حدود کے اندر ہے"

(رسالہ محقق از ابو البرکات احمدی دہلوی صفحہ ۳۸۲۷)

اب اس کا مصداق بننے کے لئے مرزا حسین علی اور اس کے رفقاء کو کتنا تکلف کرنا پڑتا ہے۔ عمدۃ التنقیح میں بتایا ہے کہ فارس یہاں ظرف مکان ہے اور مِن سے اسجگہ مراد فی ہے اور بجائے حرف ظرف ہے۔ مِن بمعنی فی اور پھر فارس ظرف مکان بنا کر اپنے آپ کو اس کا مصداق بنایا ہے۔ حالانکہ سیدھی سادی بات ہے کہ وہ عظیم الشان امام فارس میں نہیں ہوگا بلکہ فارس سے ہوگا۔ یعنی اہل فارس سے۔ فارسی الاصل ہوگا۔ اور ضرور ہے کہ وہ فارس کے ملک میں نہ ہو بلکہ کسی دوسرے ملک میں ہو اور اسکی نسبت کہا جائے کہ وہ رجل من ھولاء یا رجل من ابناء فارس ہے۔

پس فارسی الاصل جو رسول کریم صلعم کا مظہر ہوگا۔ وہ فارسی الاصل تو ہوگا۔ مگر ایران کے باہر ظاہر ہوگا۔ کیونکہ رسول کریم صلعم نے یہ نہیں فرمایا۔ کہ رجال فارس ایسا کام کرینگے یا رجل فارس ایسا کام کریگا۔

بلکہ سلمان کی طرف اشارہ کرکے فرمایا۔ کہ رجال من ھولآء اور سلمان جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ وہ فارس میں نہیں رہتے تھے۔ بلکہ عرب میں رہتے تھے۔ وہ فارسی الاصل تھے لیکن زندگی انہوں نے عرب میں گذار دی۔ چنانچہ من کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ یعنی ایسے لوگ جو فارس سے نکلے ہوئے ہوں۔ اور فارس سے باہر رہتے ہونگے۔ لیکن ان کی اصل فارس سے ہوگی۔

پھر اس رجل من فارس کی نسبت اور بھی نشان رکھے کہ وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا قائم مقام آپ کا بروز ہو۔ انہی کے لائے ہوئے دین اسلام کی تعلیم دینے والا اور اسی دین اسلام کے ذریعے تزکیۂ نفوس کرنے والا ہوگا۔ اب مرزا حسین علی تو نئی شریعت کا مدعی ہے۔ نبی و رسول ہونیکا مدعی بھی نہیں۔ وہ تو آلہ الناس بنتا ہے۔ اور جس اسلام کو قائم کرنے و پھیلانے کے لئے موعود آنیوالا تھا یہ اس کی جڑیں کاٹنا اپنا فرض بتایا ہے حتّٰی کہ قبلہ بھی بدلاتا ہے پھر یہ کس طرح اس حدیث و آیت قرآنی کا مصداق بن سکتا ہے۔

باقی رہا عکاؔ کے متعلق روایات سو اوّل تو وہ تمام موضوع و مردود۔ دوّم صحیح معنوں میں وہ یا تو پوری ہو چکیں یا المسیح الموعودؑ اور اس کے خلیفے پر صادق آتی ہیں۔ دو میں یہاں ذکر کرتا ہوں۔ ایک تو مشکوٰۃ شریف باب الملاحم میں ہے:۔

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال ھل سمعتم بمدینۃ جانب منھا فی البحر وجانب منھا فی البر قالوا نعم۔ قال لا تقوم الساعۃ حتّٰی یغزوھا سبعون الفًا من بنی اسحٰق فاذا جاؤھا نزلوا فلم یقاتلوا بسلاح ولم یرموا بسھم یقولون لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ××× فیفرج لھم فیدخلونھا فیغنمون فبینھم یقتسمون المغانم اذا جاءھم الصریخ یقال انّ الدجال قد خرج الخ (رواہ مسلم)

اس حدیث میں ایک شہر کا ذکر ہے جس کے ایک طرف سمندر ہے دوسری طرف خشکی بتایا گیا ہے کہ بنی اسحٰق کی فوجیں اسے رعب سے فتح کرینگی ان کا نشان بتایا ہے کہ ان کا کلمۂ تکبیر لا الٰہ الّا اللہ واللہ اکبر ہوگا۔ اور جب وہ اس میں داخل ہونگے تو مال غنیمت ان کے ہاتھ آئیگا۔ اور ایک شور ہوگا کہ الدجال نے خروج کیا۔

اب احباب نظر غائر سے دیکھیں اوّل تو اس شہر کی تعیین ہی میں اختلاف ہے۔* کیا یہ اس شخص کا ذکر ہوسکتا ہے جو بجائے فاتح ہونے کے پھر قید ہو کر اس میں رہے پھر کیا وہ لوگ اسکے مصداق ہوسکتے ہیں

* [illegible]

جن کی زبان پر اللہ الہیٰ رہتا ہے یہ تو ان لوگوں کا ذکر ہے جن کا نعرۂ تکبیر کلمۂ طیبہ ہے اور یقیناً یہ مسلمان فوجوں کا ذکر ہے۔ ہاں یہ صحیح ہے اگر یہ شہر عکّہ ہے تو مرزا حسین علی کے آنے سے الدجّال کا خروج اسی شہر سے مقدر تھا جو ہو چکا اور سچ فرمایا کہ ان الدجال قد خرج پھر ایک اور حدیث ہے جو حضرت شعرانی نے لکھی ہے کہ رحم اللہ یشھد الملحمۃ العظمی مادبۃ اللہ بمرج عکا یبید الظلم و اھلہ یقیم الدین و ینفخ الروح فی الاسلام یعزّ اللہ بہ الاسلام بعد ذلّہ و یحییہ بعد موتہ - اس میں عکّا میں آنے والے کا پتہ دیا ہے کہ وہ اسلام میں روح پھونکے گا اور اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ اسلام کو عزّت دے گا۔ اب بتاؤ حسین علی اس کا مصداق کیونکر ہوا۔ جو اسلام کا دشمن ہے جس نے ہمیں بتایا کہ میرے آنے پر اسلام کا دَور ختم ہو گیا۔ اب سوائے میرے دین کے کوئی دین معزز نہیں اس کا مصداق تو وہی ہو گا جس کے ذریعہ سے اسلام کی شریعت نے عزّت پائی۔ ایسا ہی ایک اور روایت ہے کہ وھم علی اقدام رجال من الصحابۃ الذین صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ وھم من الاعاجم لیس فیھم عربی لکن لا یتکلّمون الّا بالعربیّۃ لھم حافظ من غیر جنسھم ما عصی اللہ قطّ وھو اخصّ الوزراء - اس کی بھی کوئی اصلیت ہے۔ تو اب حضرت خلیفۃ المسیح کے عکّہ کی ساحت پر نازل ہونے سے پوری ہو چکی ان میں حافظ روشن علی بھی موجود تھے۔ وہ سب عرب کے نہیں تھے مگر عربی بولتے تھے۔ غرض تمام روایات و آثار و احادیث کے قدر مشترک کا مرجع و مرکز حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی المسیح الموعودؑ کی ذات بابرکات ہے اور ثابت ہو گیا کہ وہ جس کا وجود انٹی کرائسٹ ہے - وہ مرزا حسین علی ہے المسیح الدجال -

---

آریوں کا تیرتھ تباہ ہو گیا

سیلاب نے دیگر سینکڑوں مقامات کی طرح گورو کُل کانگڑی کو بھی بہت نقصان پہنچایا ہے۔ گورو کُل کا قریباً ڈیڑھ لاکھ کا نقصان ہو گیا ہے برہمچاریوں کے رہائیشی مکان تباہ ہو چکے ہیں۔ گئوشالہ برائے نام ہی رہ گئی ہے۔ کیونکہ قریباً سب مویشی سیلاب کی نذر ہو گئے ہیں۔ جہاں راستے تھے وہاں نالے بن گئے ہیں۔ المختصر وہ آریوں کا تیرتھ ستھان وہ شو دیالہ گنگا کے سیلاب سے تحس نحس ہو چکا ہے۔ اِس دھارا کی پشت پر کھڑا ہوا بھاری بند کنکھل کی حفاظت کرتا تھا۔ پانی کی ایک چادر تھی جو اُس پار سے اس پار تک پھیلی ہوئی تھی۔ سیلاب نے اِس پچاس فٹ اونچے بند کو توڑ کر زمین کے برابر کر دیا ہے (پرتاپ ۱۲ اکتوبر)

نعمت اللہ خاں اور امیر افغانستان

مضمون کے تیسرے نمبر میں شہید مرحوم اور احمدیان افغانستان کی پوزیشن واضح کرنا چاہتا ہوں۔ اور اس کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کے لکھے ہوئے مضمون کا ایک حصہ نقل کئے دیتا ہوں:۔

شہید مرحوم کے حالات

مولوی نعمت اللہ خاں کابل کے پاس ایک گاؤں کے رہنے والے تھے۔ احمدی ہونے پر ان کے دل میں خیال پیدا ہُوا کہ وہ سلسلہ کی تعلیم بھی حاصل کریں۔ اور وہ قادیان چلے آئے۔ جہاں وہ احمدیہ دینی کالج میں داخل ہوئے۔ وہ ابھی کالج ہی میں تعلیم پا رہے تھے کہ کابل کے احمدیوں کی تعلیم کے لئے ان کو وہاں بھیجنا پڑا۔ چنانچہ ۱۹۱۹ء میں وہ وہاں چلے گئے۔ اور چونکہ افغانستان میں احمدیوں کے لئے امن نہ تھا۔ مخفی طور پر اپنے بھائیوں کو سلسلہ کی تعلیم سے واقف کرتے رہے اس عرصہ میں گورنمنٹ افغانستان نے کامل مذہبی آزادی کا اعلان کیا۔ اور ہم نے سمجھا کہ اب احمدیوں کو اس علاقہ میں امن ہوگا۔ مگر پیشتر اس کے کہ وہاں کی جماعت کے لوگ اپنے آپ کو علی الاعلان ظاہر کرتے۔ مناسب سمجھا گیا کہ گورنمنٹ سے اچھی طرح دریافت کر لیا جائے۔

ارکان حکومت کابل کے مواعید

چنانچہ جب محمود طرزی صاحب سابق سفیر پیرس کی امارت میں افغان گورنمنٹ کا ایک مشن برٹش گورنمنٹ سے معاہدہ صلح کرنے کے لئے آیا۔ تو اسوقت میں نے ان کی طرف ایک وفد اپنی جماعت کے لوگوں کا بھیجا تاکہ وہ ان سے دریافت کرے۔ کہ کیا مذہبی آزادی دوسرے لوگوں کے لئے ہے یا احمدیوں کے لئے بھی۔ اگر احمدیوں کے لئے بھی ہے۔ تو وہ لوگ جو اپنے گھر چھوڑ کر قادیان میں آگئے ہیں۔ واپس اپنے گھروں کو چلے جاویں۔ محمود طرزی صاحب نے میرے بھیجے ہوئے وفد کو یقین دلایا کہ افغانستان میں احمدیوں کو اب کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ کیونکہ ظلم کا زمانہ چلا گیا ہے۔ اور اب اس ملک میں کامل مذہبی آزادی ہے۔ اسی طرح دوسرے ممبران وفد نے بھی یقین دلایا۔ ان لوگوں میں سے جو اپنے ملک کو چھوڑ کر قادیان آگئے ہیں ایک نوجوان نیک محمد بھی ہے۔ جو احمدیت کے اظہار کی آزادی نہ پاکر چودہ سال کی عمر میں اپنا وطن چھوڑ کر چلا آیا تھا۔ اس نوجوان کا والد غزنی کے علاقہ کا رئیس تھا۔ اور غزنی کا گورنر بھی رہا ہے یہ نوجوان بھی وفد کے ساتھ تھا۔ اس کو دیکھ کر بعض ممبران وفد کی آنکھوں میں آنسو آگئے کہ ایسے معزز

خاندانوں کے بچے اس عمر میں اپنے عزیزوں سے جدا ہو کر دوسرے وطنوں کو جانے پر مجبور ہوں۔ یہ بہت بڑا ظلم ہے۔ جو ہز مجسٹی امیر امان اللہ خان کے وقت میں نہ ہوگا۔ اور ایشیائی طریق پر اپنے سینوں پر ہاتھ مار کر کہنے لگے کہ تم واپس وطن کو چلو۔ دیکھیں تو تم کو کون ترچھی نظر سے دیکھتا ہے۔ اس ملاقات کے نتیجہ میں ہمارا وفد اپنے نزدیک نہایت کامیاب واپس آیا۔ مگر مزید احتیاط کے طور پر میں نے چاہا کہ امیر افغانستان کو اپنے عقائد سے بھی مطلع کر دیا جائے۔ اور ہماری امن پسند عادت سے بھی آگاہ کر دیا جائے تاکہ پھر کوئی بات نہ پیدا ہو۔ اور میں نے مولوی نعمت اللہ خان کو ہدایت کی۔ کہ وہ محمود طرزی صاحب سے ان کی واپسی پر ملیں۔ اور ان سے بعض احمدیوں پر ظلم ہوا ہے۔ اس کا تذکرہ کریں۔ اور امیر کے سامنے اپنے خیالات پیش کرنے کی بھی اجازت لیں۔ محمود طرزی صاحب نے ان احمدیوں کی تکلیف کا تو ازالہ کر دیا۔ اور اس امر کی اجازت دی کہ جو خط امیر کے نام آئے۔ وہ اس کو غور سے پڑھینگے۔ اس موقع پر ہمارے مبلغ نے اپنے آپ کو جس طرح گورنمنٹ کے سامنے ظاہر کر دیا تھا۔ پبلک پر بھی ظاہر کر دیا۔

چونکہ افغانستان کے بعض علاقوں سے یہ خبریں برابر آرہی تھیں کہ احمدیوں پر برابر ظلم ہو رہا ہے۔ ان کو بلا وجہ قید کر لیا جاتا ہے پھر ان سے روپیہ لیکر ان کو چھوڑا جاتا ہے۔ اس لئے میں نے اپنے صیغہ دعوت والتبلیغ کے سکرٹری کو ہدایت کی کہ وہ اس کے متعلق افغان گورنمنٹ سے خط وکتابت کریں۔ چنانچہ انہوں نے ایک چٹھی وزیر خارجیہ افغانستان کو لکھی۔ اور ایک جمال پاشا ترکی مشہور جرنل کو جو سکرٹری دعوۃ والتبلیغ کے ذاتی طور پر واقف تھے۔ اور اس وقت افغانستان میں تھے۔ ان سے یہ خواہش ظاہر کی۔ کہ وہ بھی اس امر کے متعلق افغانستان کی گورنمنٹ سے سفارش کریں۔ اس چٹھی کے جواب میں وزیر خارجیہ افغانستان کی ایک چٹھی مئی ۱۹۲۱ء میں آئی۔ جس میں لکھا تھا کہ احمدی اسی طرح اس ملک میں محفوظ ہیں۔ جس طرح دوسرے وفادار لوگ ان کو احمدیت کی وجہ سے کوئی تکلیف نہ دیجاویگی اور اگر کوئی احمدی ایسا ہے جسے مذہب کی وجہ سے تکلیف دی جاتی ہو۔ تو اس کا نام اور پتہ لکھیں۔ گورنمنٹ فوراً اسکی تکلیف کو دور کردے گی ؛

اقتباس مندرجہ بالا سے واضح ہے کہ احمدی اگر مرتد بھی قرار دیئے جائیں تو بھی بحیثیت ایک ذمہ دار شخص کے امیر کابل کا فرض انسانیت تھا کہ اپنے عہد کو پورا کرتا۔ اور اس عہد کے توڑنے سے پہلے ایک عام اعلان کرکے مہلت دیتا تا احمدی اس کی قلمرو سے نکل آتے گو یہ امر بھی ایک عہدیدار

تہذیب حکومت کیلئے قابل شرم ہے کہ محض مذہبی اختلاف کی وجہ سے کوئی اس کے ملک میں نہ رہ سکے۔

پھر ایک ایسے نیک دل انسان کو جو کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہو۔ نماز پڑھتا ہو روزے رکھتا اور اہل قبلہ ہو اُسے مرتد قرار دینا حد درجے کی جسارت اور اہل سُنّت و جماعت کے فتاویٰ کے خلاف ہے ملاحظہ ہو **مفتاح دار السعادۃ** (للمولیٰ احمد بن مصطفیٰ) جلد ا صفحہ ۴۶

الائمة المعتبرون من الحنفية والشافعية والمالكية والحنابلة والاشاعرة
علی ان لا یکفر احد من اهل القبلة

تمام حنفی شافعی مالکی حنبلی معتبر ائمہ کا اس پر اجماع ہے کہ **اہل قبلہ** کی تکفیر نہ کی جائے۔ ابوبکر الرازی نے کرخی اور دیگر علماء کا یہی مذہب لکھا ہے اور حکم صاحب المختصر اپنی کتاب المنتقیٰ میں حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مذہب لکھتے ہیں کہ انه لم یکفر احدًا من اهل القبلة (امام ابو حنیفہ کسی اہل قبلہ کو کافر نہیں قرار دیتے) ملاحظہ ہو شرح مواقف مصنفہ سید شریف جلد سوم صفحہ ۲۵۸ شرح مقاصد مصنفہ علامہ سعد الدین تفتازانی جلد ۲ صفحہ ۱۹۷ میں امام رازی کا یہ مذہب لکھا ہے کہ انه لا یکفر احد من اهل القبلة (کسی اہل قبلہ کو کافر نہیں قرار دیا جا سکتا) اگر یہ کہا جائے کہ بعض فقہاء نے بہت سی باتیں ایسی لکھی ہیں جن کی بناء پر کفر کا فتویٰ عائد ہوتا ہے تو یہ قابل قبول نہیں۔ کیونکہ ایسے فتویٰ لگانے والوں کے اقوال کو خود ائمہ حنفیہ نے قابل تسلیم نہیں قرار دیا جیسا کہ ملا علی قاری اپنی کتاب شرح الفقہ الاکبر صفحہ ۱۳۹ پر لکھتے ہیں:۔

بان نقل کتب الفتاوی مع جهالة قائله وعدم اظهار دلائله لیس
بحجة من ناقله اذ مدار الاعتقاد فی المسائل الدینیة علی الادلة القطعیة
علی ان فی تکفیر المسلم قد یترتب مفاسد جلیة وخفیة۔

اگر بعض لوگوں نے بعض مسائل پر اہل قبلۂ محمدیہ کو کافر قرار دیا ہے تو جب تک لوگوں نے ایسے دلائل نہ دیئے ہوں جن سے اپنے مدعا کو پورے طور پر ثابت کر دیا ہو۔ ان لوگوں کا قول ہرگز حجت نہیں کیونکہ مسلمان کو کافر کہنے سے بڑے فتنے کا اندیشہ ہے۔ باوجود اسکے بعض امور کی بناء پر اگر کسی پر فتویٰ کفر لگایا جائے تو ملا حمی اور دیگر علماء نے نقل کیا ہے کہ ان الاجماع علی ان احکامهم کالمسلمین وانما الکفر بالنظر الی احکام الاخرویة یعنی اہل قبلہ میں سے اگر کسی کو کافر کہا جاتا ہے۔ تو اس سے یہ مطلب نہیں ہوتا۔ کہ اس سے وہی معاملہ کیا جائے۔ جو کفار سے ہوتا ہے (یعنی جائز نہیں کہ اسے مسلمانوں کے حقوق سے محروم کر دیا جائے) بلکہ اس کا صرف یہ مطلب ہے کہ آخرت میں ان لوگوں سے خدا تعالیٰ

کفار کا سا معاملہ کریگا۔ اور اس بات پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ الامام العارف الربانی عبدالوہاب شعرانی اپنی کتاب یواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر جلد ۲ صفحہ ۱۳۸ پر لکھتے ہیں فلا ینبغی لمتدین ان یکفر احدًا من اھل الفرق الخارجۃ عن طریق الاستقامۃ ما داموا مسلمین یتدینون باحکام اھل اسلام۔ دیندار آدمی کے لئے ہرگز مناسب نہیں کہ کسی شخص کو بھی جو ان فرقوں میں سے ہو جو سیدھے راستہ سے بھٹک گئے ہیں جب تک وہ مسلمان ہونے کے مدعی ہوں اور دین اسلام کے احکام پر عمل کے مدعی کو کافر کہا جائے۔

صاحبان یہ ہے حنفی علماء محققین کا مذہب۔ اس کے روسے ایک احمدی کو مرتد قرار دینا کیونکر جائز ہو سکتا ہے جو کہ خدا کے فضل سے ہر پہلو سے دیندار اور احکام شریعت کے عامل ہیں اور کافر قرار بھی دیا جائے تو ان سے کفار کا سا معاملہ دنیا میں جائز نہیں۔ افسوس ہے کہ ان تصریحات کی موجودگی میں بعض مُلّاں لوگ نعمت اللہ خان ایسے دیندار مسلم کی سنگساری کو جائز قرار دے رہے ہیں تاہم جیسا کہ پہلے پرچے میں نقل کیا گیا تھا۔ کچھ نیکدل ہیں۔ جو اسکے خلاف صدائے احتجاج بلند کر رہے ہیں۔

ذیل میں ہمعصر تہذیب النسواں اور مسلمان کے آراء نقل کی جاتی ہیں:۔

تہذیب النسواں کے بانی کی رائے

مہذب دنیا میں جہاں کہیں بھی اس واقعہ ہائلہ کا ذکر سنا گیا ہوگا اس ہو سننے والوں کے دل کانپ گئے ہونگے اور بدن پر رونگٹے کھڑے ہو گئے ہونگے۔ تہذیب و تمدّن کے اس زمانے میں جبکہ دنیا کے کونے کونے میں علم و انسانیت کی روشنی پھیلتی جارہی ہے اور امن و امان قائم کرنیکی کوششیں ہو رہی ہیں۔ افغانستان کے اس فرمانروا کے عہد میں جن کا نام امان اللہ خان ہے یہ ہولناک ظلم ہونا ایسا واقعہ ہے جس نے خلائق کے دلوں کو حیرت اور خوف سے مرعوب کر دیا ہے۔ سوچنا چاہیئے کہ بیچارے نعمت اللہ خان کا کیا قصور تھا۔ بس یہی نا کہ وہ احمدی عقیدہ رکھتا تھا۔ اور اس عقیدے کا وعظ کہتا تھا؟ ہم نے مانا کہ اس کا عقیدہ غلط تھا۔ اور اسلام کے عقائد مسلّمہ کے خلاف تھا۔ مگر اپنے دلی یقین کو بدل دینا انسان کے بس کی بات نہیں۔ اور خود اعلیٰ حضرت امیر صاحب کابل نے تخت نشینی کے موقعہ پر اپنی سلطنت میں ہر قوم کو پوری مذہبی آزادی دینے کا بڑے زور سے اعلان فرمایا تھا اسے اعلان کے بعد اس قسم کے دردناک واقعہ کا ظہور میں آنا بے انتہا افسوس کی بات ہے۔ احمدی فرقے کے مسلمان بالعموم دیندار، امن پسند، مرنج و مرنجان لوگ ہیں۔ عقائد میں ان کا ہم سے کتنا ہی اختلاف کیوں نہ ہو۔ مگر اسلام کی خدمت جو

یہ لوگ کر رہے ہیں۔ سچ تو یہ ہے وہ خدمت ہم مسلمانوں کے کسی اور فرقے سے نہیں ہو سکتی۔ ملکانہ راجپوتوں میں فرائض تبلیغ جس خوبی سے ان خادمانِ دین نے ادا کئے ہیں وہ اب تک کسی دوسرے فرقے سے ادا نہیں ہو سکے۔ پھر ان خدمات کے علاوہ انگلستان اور امریکہ میں احمدی فرقے کے مبلّغین خدماتِ اشاعت اسلام کے باب میں بالکل منفرد ہیں۔ یہ خدمات مسلمانوں کے اور کسی فرقے سے نہیں ہو سکیں۔ اور اب کوئی کریگا۔ تو انہی کی تقلید کرنیوالا ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ کے ہاں جو ثواب ان نیک بندوں کی مساعی جمیلہ کے لئے لکھا گیا ہوگا وہ اب دوسروں کو ملنا مشکل ہوگا۔ ایسے مفید اور نیک دل گروہ کے مبلّغ کو یوں بیدردی سے پتھراؤ کر کے ہلاک کر دیا جائے۔ کتنے شدید اور خوفناک ظلم کی بات ہے۔ اس واقعہ جانکاہ کا ذرا تصوّر دل میں لاؤ کہ جس وقت اس بیگناہ مظلوم کو میدان میں کھڑا کر کے اس پر پتھّر مارنے شروع کئے ہونگے۔ اور وہ اس کے مُنہ۔ سر اور آنکھوں پر لگے ہونگے۔ اور سر کی ہڈیاں ٹوٹ کر ہر طرف خون کی دھاریں فواروں کی طرح چل رہی ہونگی۔ اسوقت اس عاجز۔ بے بس و بیکس کا کیا حال ہُوا ہوگا! لکھا ہے کہ اس شدید عذاب سے ان کی روح جسم سے مفارقت کر گئی۔ تو ان کے دلفگار رفیقوں نے پتھّروں میں سے ان کی نعش نکالنی چاہی۔ تو اشقیا نے انہیں اس کی بھی اجازت نہ دی۔ مگر منتقم حقیقی کی بارگاہ میں یہ خون رائیگان نہیں جائیگا۔

مَیں مرحوم کی اسلامی خدمات کے اعتراف میں سب تہذیبی بہنوں سے خواہ وہ کسی فرقہ کی ہوں۔ درخواست کرتا ہوں کہ وہ تین روز تک اپنی نماز پنجگانہ کے بعد نعمت اللہ خاں مرحوم مظلوم کے حق میں دعائے مغفرت کریں۔ (خاکسار سیّد ممتاز علی)

مسلمان کلکتہ کی رائے

کلکتہ کا انگریزی اخبار مسلمان اپنے ۲۶ ستمبر کے پرچہ میں لکھتا ہے:۔ گورنمنٹ کابل نے مولوی نعمت اللہ خاں کو محض احمدی ہونیکی وجہ سے فتوائے موت صادر کرنے میں جس بیجا تعصب کا اظہار کیا ہے۔ اور جس وحشیانہ طریق سے اُن کا قتل عمل میں لایا گیا ہے۔ ہماری حقیر رائے میں اسلام اور انسانیت کے لئے باعث ننگ و عار ہے۔ ہم مسلمان ہیں اور فرقہ حنفیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور یہی والئے افغانستان کا مذہب ہے۔ ہم احمدی فرقہ کے بعض عقائد سے متفق نہیں اور گو ہم مذہبی عالم ہونیکا ادعا نہیں رکھتے۔ لیکن یہ خیال بھی نہیں کر سکتے۔ کہ ہماری شریعت میں ایسی نارواداری ہے۔ کہ محض اختلاف عقائد کی وجہ سے حکومت ہونیکی صورت میں قتل کو روا رکھتی ہو عیسائی اور یہودی تو رسول صلعم کی نبوّت کے ہی قائل نہیں۔ کیا انہیں بھی سنگسار کرنا چاہیئے۔ اگر ایسا ہی ہے۔ تو کیوں عدالت ہائے افغانستان نے ان عیسائیوں اور یہودیوں کے خلاف جو مملکت

افغانستان میں بستے ہیں فتوائے موت صادر نہیں کیا۔ مزید برآں بُت پرست اور دیوتاؤں کی پجاری اقوام ہیں جو توحید کی ہی قائل نہیں کیا انہیں بھی سنگسار کرنا چاہیئے۔

یہ اسلام کے خوبصورت چہرہ پر ایک بدنما دھبہ ہے۔ مہذّب دنیا میں یہ فعل اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ناپسندیدہ خیالات پیدا کریگا۔ ہم امید رکھتے ہیں۔ کہ اس غلطی کا اعادہ نہ ہوگا۔ اور آیندہ افغانستان اس امر گوارا نہ کریگا۔ کہ اسے تعصّب اور ناروا داری کا مجسمہ سمجھا جائے ۞

تنظیم امرتسر کی رائے

لا اکراہ فی الدین کو جھٹلا کر جن لوگوں نے اسلام کی رواداری کی پانی پھیرنا چاہا ہے انہوں نے اسلام سے اپنی سعادتمندی کا ثبوت نہیں دیا۔ یار و اغیار یہ تسلیم کرنے لگے تھے کہ اسلام بزور شمشیر نہیں پھیلایا گیا لیکن اسلام کے ان خیرخواہوں نے اس دعویٰ کو بھی باطل ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اب وہ کس مُنہ سے دوسروں کے اس اعتراض کا جواب دینگے۔ ×× ان لوگوں نے اپنا یہ حیرت انگیز عقیدہ ظاہر کرکے ہندوستان کے تمام شر و فساد کی ذمہ داری اپنے سر لے لی ہے ۞ (تنظیم ۲۲۔ اکتوبر)

الجامعہ علیگڈھ

مُرتد کی تعریف کیا ہے کیا احمدی مرتد ہوتا ہے ضروریات دین میں سے وہ کس کا انکاری ہے۔ پھر کیا مرتد کی سزا سنگساری ہے۔ ان سب کے بعد یہ بھی مطالبہ ہے کہ افغانستان کے حنفی ایران کے شیعہ مسقط کے خارجی اور نجد کے وہابی سب کے یہاں مرتد کی ایک ہی تعریف ہوگی، الگ الگ۔ اس حالت میں پھر کتنے مسلمان رہ جائینگے جو ان ممالک میں سے کسی میں مستوجب القتل اور واجب الرجم نہ قرار پائینگے۔"

اودھ اخبار لکھنؤ کی رائے

ہم یہ کہنے سے باز نہیں رہ سکتے۔ کہ حکومت کابل نے ایک فرد واحد کو محض اس کے اعتقادات اور خیالات کی وجہ سے جس کا کوئی اثر ملک اور باشندگانِ ملک پر نہیں پڑ سکتا تھا۔ سنگسار کرکے نہایت سخت تاریک خیالی اور عدم رواداری کا ثبوت دیا ہے۔ بعض لاہوری اخبارات اس واقعہ کو محض اس وجہ سے حق بجانب قرار دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کہ ایک قادیانی شخص جس کے اعتقادات و خیالات سے وہ متفق نہیں تھے۔ سنگسار کیا گیا ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ اخبارات حکومت کابل کے ساتھ دوستی کا حق ادا کرنے کی بجائے دشمنی کر رہے ہیں۔ کیونکہ کابل کے ساتھ اس وقت دوستی یہی ہے۔ کہ اسے اس نارضی سے اطلاع دی جائے۔ جو اس کارروائی سے تمام متمدّن دنیا میں اس کے خلاف پیدا ہو رہی ہے۔ یہ معاملہ محض ایک قادیانی کی سنگساری کا معاملہ نہیں ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ کابل کی سلطنت

میں کوئی شخص ایسے اعتقادات و خیالات رکھ کر زندہ نہیں رہ سکتا۔ جو وہاں کے با اقتدار علماء و حکام کے خلاف ہوں۔ ہمیں یقین ہے۔ کہ تمام متمدّن دنیا اب اس تاریک حد سے بہت دُور چلی گئی ہے۔ جبکہ آزادی رائے و خیال پر بھی پابندیاں عائد تھیں۔ اب کسی متمدّن ملک میں لوں پر حکومت کرنیکی کوشش ویسی نہیں ہو رہی ہے۔ جیسی کہ کبھی زمانہ جاہلیت میں ہوتی ہوگی۔ اسی وجہ سے اس متمدن دنیا میں اور اس آزادی کے دَوْر میں کابل کا واقعہ تمام دنیا کو حیرت میں ڈالنے کے لئے کافی ہے۔

اس موقع پر مذہبی اختلافات کو پیش نظر نہ رکھنا چاہیئے۔ بلکہ اس واقعہ پر اصولاً اظہار ناراضگی و اختلاف کرنا چاہیئے۔ جو لوگ اس واقعہ کو محض ایک قادیانی کی سنگساری سمجھ کر واجب جان رہے ہیں۔ وہ سخت غلطی پر ہیں۔ انہیں غور کرنا چاہیئے۔ کہ اگر ہز مجسٹی امیر کابل کے متعلق قادیانی ہو جانیکی افواہ جو کچھ عرصہ قبل پھیلی تھی۔ صحیح ہوتی اور کوئی غیر قادیانی شخص اس طرح وہاں سنگسار کیا گیا ہوتا تو ان کا اس وقت اس واقعہ کی نسبت کیا خیال ہوتا۔ آنچہ بر خود نہ پسندی بر دیگران ہم مپسند۔

گورنمنٹ آف انڈیا کا تار

"وہ تار جو ہندوستان سے ٹائمز آف لنڈن کو دیا گیا تھا اس کی نقل ہمیں ابھی ابھی ملی ہے۔ وہ کسی سرکاری اطلاع پر مبنی نہیں ہے اور گورنمنٹ ہند کو اس سے قبل اس بیان کردہ سازش کی اطلاع تک نہ تھی۔ گورنمنٹ نے اس بارے میں کوئی سرکاری اعلان شائع نہیں کیا۔ لیکن اسے افغانستان کے اخبارات سے یہ معلوم ہوا ہے۔ کہ مولوی نعمت اللہ خان کو خالصاً مذہبی بناء پر قتل کیا گیا ہے"

امیر کابل کا عذر گناہ بدتر از گناہ

مہذب اقوام اور اہل مذاہب خدا ترس لوگوں کے اعتراضات سے بچنے کے لئے امیر کابل کی طرف سے ایک خط چھاپا گیا ہے جس میں یہ فقرہ ہے:۔

"حکم سنگساری نعمت اللہ مذکور حکم خصوصی شاہانہ اعلیٰ حضرت غازی نیست بل حکم محکمہ عالیہ قضات شرعیہ افغانستان است۔"

اس سے کم از کم ان لوگوں کا تو جواب ہو گیا جو اس قتل و رجم کو سیاسی اور مولوی نعمت اللہ خان کی بغاوت سے منسوب کرتے تھے۔ خواجہ حسن نظامی بھی امید ہے تھوڑی دیر کے لئے شرما چھوڑینگے گو یہ انکی وضعداری کے خلاف ہی ہو۔ پھر ہم پوچھتے ہیں کیا اتنا کہنے سے امیر اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو سکتا ہے۔ اعلیٰ حضرت اور قدر قدرت اپنی قلمرو میں اس قدر عاجز ہیں کہ بیگناہ خونوں کو روک نہیں سکتے۔ افسوس!

مباحثہ کا چیلنج گورنمنٹ کابل کو

بخدمت وزیر خارجیہ دولت افغان کابل ' - ایک احتجاج کا تار ہز میجسٹی امیر کابل کے نام ۱۱ ستمبر ۱۹۲۴ء کو حضرت امیر جماعت احمدیہ قادیان کی طرف سے بھیجا گیا تھا جسکا اسوقت تک کوئی جواب موصول نہیں ہوا - مَیں ادب کے ساتھ آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ ہز میجسٹی کی توجہ ہمارے مذکورہ بالا تار کی طرف منعطف کرائیں - اور ہمیں جلد سے جلد جواب سے سرفراز کریں - مولوی نعمت اللہ خان احمدی کی شہادت نے تمام مہذب دُنیا کو چونکا دیا ہے - اور مخالفین اسلام کی نظر میں اسلام کو بدنام کیا ہے - خصوصاً اس وجہ سے کہ ہمیں وزارت کابل نے متفرق تحریرات کے ذریعہ یقین دلایا تھا کہ افغانستان میں احمدیوں کو احمدیت کی وجہ سے کوئی تکلیف نہیں دی جائیگی - اور دوسری رعایا کی طرح ان کی بھی حفاظت کی جائیگی - اگر مولوی نعمت اللہ خان کسی سیاسی یا اور کسی جُرم میں مجرم ثابت ہو کر سزا دیئے جاتے تو اور بات تھی - لیکن ایک وفادار اور امن پسند شہری کو نہایت ظالمانہ طور پر اس بناء پر قتل کر دینا کہ وہ بعض مخصوص مذہبی عقائد رکھتا ہے - حد درجہ صدمہ پہنچانے والا فعل ہے - مَیں آپ کو یقین دلاتا ہوں - کہ ایسا فعل قرآن کریم کی شریعت کے بالکل خلاف ہے - چند متعصّب ملانوں کی آواز جو کہ ہر وقت اس بات پر تلے رہتے ہیں - کہ کفر و ارتداد کے فتوے جاری کریں - اگر انصاف سے دیکھا جائے - تو ہرگز اس قابل نہیں - کہ ایک روشن دماغ حکمران کو انصاف اور سلامت روی کے راستہ سے ہٹا سکے - کیا ہم ان حالات میں یہ اُمید نہ رکھیں - کہ افغان گورنمنٹ اپنے اس فعل پر تائب ہوگی - اور ایک پبلک اعلان کے ذریعہ اپنی تمام رعایا کو کامل مذہبی آزادی دیگی - اگر ہز میجسٹی معلی القاب رضامند ہوں تو ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے اِس بات کے لئے تیار ہیں - کہ ہز میجسٹی کے سامنے کابل کے مولویوں کے ساتھ رو در رو بیٹھ کر تمام اختلافی مسائل پر بحث کریں - تاکہ ہز میجسٹی ذاتی طور پر اس بات کا فیصلہ کر سکیں - کہ کابل کے مُلّا کہاں تک احمدیوں کے خلاف کفر و ارتداد کے فتویٰ جاری کرنے میں حق بجانب ہیں -

یہ ایک نہایت اہم امر ہے - اور افغان گورنمنٹ کو اپنی مذہبی پالیسی طے کرنے سے قبل اس بارے میں کامل غور و خوض کرنا چاہیئے - اگر اس نے اس معاملہ میں جلد بازی سے اور بلا سوچے سمجھے کام لیا تو ہم خدا تعالیٰ کو گواہ رکھ کر کہتے ہیں کہ تمام ان لوگوں کا خون جو اس کی پالیسی کے بے گناہ شکار ہوں گے - اس کی گردن پر ہوگا - (ناظر امور عامہ قادیان)

اسلام کے متعلق یورپین فضلاء

روحانیت۔اخوت۔عدل۔مساوات۔اتحاد اور ایثار۔کے جو اسباق اور ان کے بے نظیر نمونے تعلیم قرآن پر عمل ہونے کی وجہ سے تاریخ اسلام کے ابتدائی زمانے میں نظر آتے ہیں اگر ہم انکو مشعل ہدایت بنالیں تو ہم بہت جلد دنیا کی بہترین قوم بن سکتے ہیں۔دیکھو اور تو اور دشمن بھی اسکی خوبی کے معترف ہیں

ڈاکٹر سیموئل جانسن لکھتا ہے:۔"قرآن کے مطالب ایسے ہمہ گیر ہیں اور ہر زمانہ کیلئے اسقدر موزون ہیں کہ زمانہ کی تمام صدائیں اسکو خواہ مخواہ قبول کر لیتی ہیں۔اور وہ محلوں ریگستانوں شہروں اور سلطنتوں میں گونجتا ہے قرآن نے اوّل تو اپنے منتخب قلوب کو تمام دنیا کے فتح کرنے کیلئے مشتعل کر دیا۔ اور اسکے بعد وہ ایسی کارکن قوّت بن گیا جسکے ذریعہ سے جسوقت عیسائیت تاریکی کی ملکہ بنی ہوئی تھی۔ یونان اور ایشیا کی تمام روشنی عیسائی یورپ کے گہرے اندھیرے میں پہنچی"

مشہور جرمن فاضل گوٹی رقمطراز ہے:۔" قرآن جلد اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہے اور متحیر کر دیتا ہے اور اخیر میں ہم اس کی عزت اور احترام کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔اس طرح یہ کتاب تمام زمانوں میں قوی اثر کرتی رہیگی"

لڈولف کریہل کے قلب پر قرآن مجید کی تعلیم کا جو اثر ہوا وہ حسب ذیل ہے۔اس کا اظہار اس نے اپنی مشہور معروف کتاب جو آنحضرت صلعم کے حالات پر مشتمل ہے میں کیا ہے:۔"قرآن مجید عقائد اخلاق اور ان کی بناء پر قانون کا مکمل مجموعہ موجود ہے اس میں ایک وسیع سلطنت کے ہر شعبہ کی بنیادیں بھی رکھدی گئی ہیں۔ **تعلیم۔عدالت۔مالیات۔حربی انتظامات** اور نہایت محتاط قانون غرباء کی بنیادیں خدائے واحد کے یقین پر رکھ دی گئی ہیں"

قرآن شریف کے متعلق جرمن مستشرق ایمنیوئیل ڈیوش لکھتا ہے:۔"اس کتاب کی مدد سے عربوں نے سکندر اعظم اور رومیوں کی سلطنتوں سے بڑی دنیا فتح کر لی۔فتوحات کا جو کام رومیوں سے سینکڑوں برس میں ہوا تھا عربوں نے اسکے دسویں حصہ وقت میں انجام پر پہنچایا اور قرآن کی مدد سے تمام سامی اقوام میں صرف عرب ہی یورپ میں شاہانہ حیثیت سے داخل ہوئے جہاں اہل فینشیا بطور تاجر کے اور یہودی لوگ پناہ گزینوں اور اسیروں کی حالت میں پہنچے ان عربوں نے بنی نوع انسان کو روشنی دکھلائی اور جبکہ چاروں طرف تاریکی چھائی ہوئی تھی ان عربوں نے یونان کی عقل دانش کو زندہ کیا اور مغرب اور مشرق کو علم طب اور ہیئت کی تعلیم دی اور موجودہ سائنس کے جنم لینے میں انہوں نے حصہ لیا۔ ہم ہمیشہ اس روز کا ماتم کرینگے جس روز غرناطہ عربوں کے ہاتھوں سے نکل گیا"

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو الناصر

سلسلہ احمدیہ

یہ اس مضمون کا ترجمہ ہے جو مذہبی کانفرنس ویمبلے (لنڈن) میں پڑھا گیا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہٖ نے دارالامان میں ایک ضخیم کتاب احمدیت یا حقیقی اسلام لکھی جو انگریزی میں چھپ چکی ہے اور اردو بھی انشاء اللہ جلد شائع ہو گی پھر ایک در مختصر رسالہ احمدیت انگلستان تشریف لیجانے سے پہلے چند روز میں حوالہ قلم معارف رقم فرمایا۔ اس کا انگریزی ترجمہ چھپ چکا ہے۔ اور حضور نے اسمیں کچھ ترمیم فرما کر لنڈن میں بھی چھپوایا ہے اسکے بعد کانفرنس کے وقت کے لحاظ سے جو صرف ڈیڑھ گھنٹہ ہی مضمون لکھا جو آخر اس صورت میں آ گیا۔ اسکے ترجمے کے لئے بہت ہی تھوڑا وقت ملا ہے میں کسی موزون مترجم کی تلاش میں تھا جو قاضی عبدالسلام صاحب بھٹی ٹیچر مدرسہ احمدیہ نے میری گذارش قبول فرمائی اور بہت شوق و محنت سے اپنے نہایت ہی کم فرصت کے اوقات میں یہ ترجمہ کیا جو ہرچند بلا نظر ثانی شائع کر رہا ہوں پھر بھی امید واثق ہے کہ ناظرین اس سے حظ وافر و بہرہ کامل حاصل کرینگے میں برادر عزیز قاضی صاحب کا اس بروقت امداد کے لئے نہایت شکرگذار ہوں اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔ (ایڈیٹر)

(۱) ضروری ہے کہ پہلے میں خدا کے لاانتہا فضلوں کا اقرار کروں جس نے ہمیں وہ قویٰ بخشے جن کے ذریعے سے ہم اس کو پورے طور پر پا لیتے ہیں اور اس سے ہمکلام ہو سکتے ہیں۔ اور میں بے شمار بار اسکی حمد و ثنا کرتا ہوں۔ کہ اس نے ہمارے لئے علم کی ایسی راہیں کھولدیں جو ہمیں اس کو پا لینے کی طرف لیجاتی ہیں۔ اور اس نے ہم کو ایسا راستہ بتایا جس پر چلکر ہم اس سے تعلق جوڑ سکتے ہیں۔

سلسلے کی بنیاد اور اس کی موجودہ طاقت

سلسلہ احمدیہ کوئی پرانا سلسلہ نہیں۔ یہ صرف چونتیس (۳۴) سال کے عرصے کا ہے۔ ۱۸۹۰ء میں حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدا کے صریح حکم کے ماتحت اس کی بنیاد ڈالی۔ آپ وہ مہدی ہونیکا دعویٰ رکھتے تھے جسکی بعثت کی خبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے سے دی تھی۔ اور مسیحؑ ہونیکا دعویٰ فرماتے تھے۔ جس کے متعلق انجیل اور بعض اسلامی کتب میں پیشگوئی ہے۔ اور پھر موعود مصلح کا جسکے آخری زمانے میں ظہور کے متعلق تقریباً تمام انبیاءؑ نے پہلے سے بتا دیا تھا ۔

آپ کو ابتداء ہی میں تمام فرقوں اور جماعتوں کی شدید اور زبردست مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن آپکی آواز

ثابت قدمی سے آگے نکلی- اور اسے بڑھتی ہوئی کامرانی حاصل ہوتی- مسلمان جن کو اس اسلام کے جری کی بعثت پر خوش ہونا چاہیئے تھا- اس کے اشد ترین دشمن ہوگئے اور وہیں علمائے اسلام نے اسکے خلاف فتوے جاری کر دیئے- کہ یہ یہ جھوٹا ہے اور ملحد ہے- اسکی کتابیں پڑھنا- یا اس سے باتیں کرنا بلکہ یہانتک کہ اس سے مصافحہ کرنا- ایسے سنگین جرائم ہیں کہ انکے مرتکب کو دائرہ اسلام سے خارج کر دینے کے لئے کافی ہیں ؛

باوجود ہر قسم کی مخالفت کے لوگوں کے قلوب سلسلے کے مقدس بانی کی طرف کھینچے جانے لگے- اور جو کوئی بھی آپ سے ملتا- یا آپکی کتابیں پڑھتا- وہ آپکی صداقت سے بے حد متاثر ہوتا حتیٰ کہ اس وقت جبکہ ۱۹۰۸ء میں آپنے وفات پائی- (اپنے مسیحیت کے دعوے کے ۱۸ برس بعد) آپکے پیروؤں کی تعداد چالیس کس سے ہزاروں لاکھوں تک پہنچ گئی- اور آپکے سلسلے نے ہندوستان کے غیر ممالک مثلاً افغانستان- برما- سیلون اور افریقہ میں بھی پیرو پیدا کر لیئے ؛

آپکی وفات کے بعد آپکے پہلے جانشین اُستاذی المکرم حضرت مولوی نور الدین رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں سلسلہ بدستور ترقی کرتا چلا گیا- اور پھر خلیفہ اوّل رضؓ کی وفات کے بعد جبکہ (یہ مضمون) لکھنے والا اللہ کے فضل سے جماعت احمدیہ کا امام مقرر کیا گیا- تو سلسلہ اور بھی سرعت سے پھیل رہا ہے- اس وقت انگلینڈ- جرمنی- اضلاع متحدہ امریکہ- مغربی افریقہ- گولڈ کوسٹ- مصر- فارس- بخارا- ماریشس- اور اسٹریلیا میں باقاعدہ مشن کام کر رہے ہیں- اور ہندوستان سے باہر افغانستان- بخارا- فارس- عراق عرب- حجاز- سیریا- مصر- الجیریا- زنجبار- کینیا- یوگنڈا- نٹال- گولڈ کوسٹ- (۲)
سیرالیون- نائیجیریا- سیلون- برما- سٹریٹ سٹلمنٹ- جزائر فلپائن- ماریشس- آسٹریلیا- فرانس- انگلینڈ- ہالینڈ- اضلاع متحدہ امریکہ- ٹرنی ڈاڈ اور کوسٹاریکا- میں احمدیہ جماعتیں پائی جاتی ہیں ؛

ایک انگریزی رسالہ اور پانچ اُردو اخبارات و رسائل سلسلہ کے مرکز سے شائع ہوتے ہیں- ایک بنگالی رسالہ بنگال سے نکلتا ہے ایک انگریزی اور ایک تامیل اخبار سیلون سے شائع ہوتے ہیں- ایک فرانسیسی اخبار ماریشس سے شائع ہوتا ہے- اور ایک سہ ماہی رسالہ امریکہ سے شائع ہوتا ہے- جماعت کی تعداد دس لاکھ کے قریب ہے- اور اسمیں تمام اقوام و مذاہب کے لوگ شامل ہیں- عیسائی- سکھ- ہندو- یہودی- زرتشتی اور اسلام کے مختلف فرقوں کے لوگ سلسلہ میں شامل ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں- اضلاع متحدہ امریکہ میں تبلیغ کا کام صرف تین سال ہوئے شروع کیا گیا تھا- اور اس قلیل عرصہ میں وہاں ایک ہزار سے کچھ اوپر افراد سلسلہ میں داخل ہو گئے ؛

سِلسلہ کا تعلّق اِسلام سے

احمدیت اسلام سے وہی نسبت رکھتی ہے- جو کہ عیسائیت اپنی ابتدا میں یہودیت سے رکھتی تھی جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا ہے- احمد علیہ السّلام کے دعاوی میں سے ایک دعویٰ یہ تھا- کہ آپ مسیح موعودؑ ہیں- اس بات

کو ذہن میں رکھ کر ہر ایک شخص آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ کہ احمدیت خود اسلام ہی ہے۔ نہ کہ اسکی شاخ ؛

مسیح موعودؑ کسی نئے قانون یا شریعت کے حامل نہ تھے۔ بلکہ صرف اسلام کی حقیقی تعلیم کے شارح تھے۔ جس طرح یہودی مذہب کی تعلیم اس لئے متروک ہوگئی تھی کہ اس کو بدعات اور تحریفات سے پُر کر کے موسیٰؑ کی اصل تعلیم کہا جاتا تھا۔ اسی طرح مسیح موعودؑ کے زمانے میں اس تعلیم کو جسے اسلام کی طرف منسوب کیا جاتا تھا۔ اصل اسلامی تعلیم سے کوئی مماثلت نہ تھی ؛

مسیح موعودؑ کے دعویٰ کی اصلیت

ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہاں مسیح موعودؑ کے دعوے کی اصل حقیقت کو بیان کر دیا جائے۔ چونکہ عیسائی اور مسلمان یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام ابھی تک آسمانوں میں کہیں زندہ بیٹھے ہیں اور وہ اس دنیا میں ایک مقررہ وقت پر واپس تشریف لاوینگے۔ اس لئے جب انہیں مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق خبر دیجاتی ہے۔ تو وہ یہ گمان کیا کرتے ہیں کہ احمدی مسئلہ تناسخ کے قائل ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ مسیح موعود علیہ السلام نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی روح آپ میں حلول کر آئی ہے۔ دعوئے موعود مسیح سے آپکی صرف یہ مراد تھی کہ آپ عیسیٰ علیہ السلام کی صفت (خصلت) و قوّت کے حامل ہیں ؛

اس نزول ثانی کے سوال کو خود عیسیٰؑ نے حل کر دیا ہے۔ یہودیوں کا یہ اعتقاد تھا کہ مسیحؑ کے آنے سے پہلے الیاس (ایلیا) کا دوبارہ ظہور ہوگا۔ اور یہ ملاکی نبی کی کتاب میں مذکور ہو چکا تھا کہ یہ (ایلیا) الیاس کا نزول ثانی مسیحؑ کی آمد کی علامت ہے۔ لکھا تھا۔

"دیکھو خداوند کے بزرگ اور ہولناک دن کے آنے سے پیشتر میں الیاس نبی کو تمہارے پاس بھیجونگا" (ملاکی ۴: ۵) مگر جیسا کہ ظہور پذیر ہوا عیسیٰ مبعوث ہوگئے۔ لیکن کوئی الیاس آسمانوں سے نہ اترا۔ جب عیسیٰؑ کو اسکے متعلق پوچھا گیا تو آپنے جواب دیا۔ کہ :-

"کیونکہ سب نبیوں اور توریت نے یوحنا کے وقت تک آگے کی خبر دی ہے۔ اور الیاس جو آنیوالا تھا یہی ہے چاہو تو قبول کرو" (متی باب ۱۱ ۱۳-۱۴)

عیسیٰؑ نے اس طرح تشریح کی کہ جب پیشگوئیاں کسی نبی کا آسمان سے دوبارہ نزول بتائیں۔ تو ایسے نزول کا درحقیقت یہ مطلب ہوتا ہے کہ اس نبی کا مثیل نبی۔ پس اسی طرح مسیحؑ کی دوبارہ آمد کی تاویل کرنی پڑیگی۔ یہ تعبیر صرف اس نتیجہ پر مبنی نہیں جو ایک خاص مثال لیکر نکالا گیا۔ بلکہ اسکو ثابت کرنے کے لئے یہ صحیح شہادت بھی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنی آمد ثانی سے ہمیشہ اپنے سوا کسی اور نبی کی آمد مراد لیتے رہے۔ آپ فرماتے ہیں :-

"اب سے تم مجھے پھر نہ دیکھوگے جب تک نہ کہوگے مبارک ہے وہ جو خداوند کے نام پر آتا ہے" (متی ب ۲۳ - ۳۸)

یہ آیت صاف بتا رہی ہے۔ کہ صرف وہی لوگ مسیحؑ کو دوبارہ دیکھ سکینگے۔ جو یہ اعتقاد رکھیں کہ آنیوالا اس کے نام پر ظاہر ہوگا۔ لیکن جو اس عقیدہ سے وابستہ ہیں کہ وہی عیسٰیؑ دوبارہ آنا چاہیئے۔ وہ انتظار ہی کرتے چلے جائینگے اور ان کا انتظار بے سود ہوگا ؁

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے۔ کہ آیا مسیحؑ کے نزول ثانی کے متعلق جو کچھ بھی لکھا گیا تھا۔ احمد علیہ السلام کے زمانے اور آپکے ہاتھوں پر پورا ہُوا۔ یہ کہا گیا تھا کہ جنگ ہونگے۔ چنانچہ جنگ کثرت سے ہوئے اور ایسے پیمانے پر ہوئے کہ پہلے کبھی نہ ہوئے تھے۔ خصوصاً آخری جنگ عظیم۔ کہا گیا تھا کہ وبائیں پھیلینگی۔ اور باوجود دنیا کی عظیم الشان ترقی کے جو اس نے علم حفظ صحت میں کی۔ انفلوئنزا اور طاعون نے بے مثال تباہیاں برپا کیں۔ کہا گیا تھا کہ زلزلے آئینگے۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ اس صدی کے دوران میں جو زلزلوں کی کثرت اور شدت مشاہدہ کی گئی ہے۔ اس سے دوچند زمانہ بھی پہلے کبھی نہ دیکھی گئی تھی۔ کہا گیا تھا کہ قحط پڑینگے۔ اور باوجود ذرائع ارسال و ترسیل کے اسقدر ترقی یافتہ ہونے کے زمین کے بعض حصوں کو شدید ترین قحط دیکھنے پڑے ؁

پھر پیشین گوئیوں کے مطابق آسمان کے اختیارات کمزور کیئے گئے۔ گویا روحانی حکومت اپنی انتہا پر ہے۔ اور لوگوں نے روحانی امور کے متعلق پروا کرنا بالکل ترک کر دیا۔ تمام یہ پیشگوئیاں جنہوں نے مسیحؑ کی بعثت کی خبر دی۔ صاف بتا رہی ہیں کہ موجودہ زمانہ ہی ہے۔ جس میں مسیحؑ کو ظاہر ہونا چاہیئے ؁ (۴)

زمانے کی شہادت کہ یہی وقت ہے مسیحؑ کے ظہور کا

متذکرہ بالا پیشگوئیوں کے علاوہ دُنیا کی حالت خود ایک نبی کے نزول کا تقاضا کر رہی ہے۔ کیونکہ آج ہم اُس روشنی اور اُس ایمان کو کہاں دیکھ سکتے ہیں جس کا انبیاءؑ کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ آج کون ہمیں وہ نشانات اور معجزات دکھا سکتا ہے۔ جو لوگ انبیاءؑ اور انکے صحابہؓ کے ہاتھوں پر دیکھا کرتے تھے۔ ہم ہر ایک مذہب کی کتابوں میں لکھا ہُوا تو بہت کچھ پاتے ہیں۔ لیکن اُس کا عمل ہم کو کہاں سے ملے۔ وہ غیب گوئی کا انعام کہاں ہے۔ جو موسٰیؑ کے پیروؤں کو حاصل تھا۔ وہ نشان کہاں ہیں۔ جو عیسٰیؑ کے حواری دکھایا کرتے تھے۔ ہر ایک مذہب کی کتابیں زندہ خدا کا تذکرہ کرتی ہیں۔ لیکن کیا وہ زندہ خدا آج بھی زندہ ہے۔ کیا وہ آج بھی اپنے چاکروں سے وہی تعلقات رکھتا ہے۔ جو یہووا (یہوا) موسٰیؑ کے پیروؤں کے ساتھ رکھا کرتا تھا۔ یا جو آسمانی باپ اپنے حواریوں سے رکھتا تھا۔ یا جو یزدان زرتشتیوں سے یا اللہ مسلمانوں سے رکھا کرتا تھا۔ اگر نہیں تو اس تبدیلی کی طرف کونسی وجہ منسوب کیجائے۔ اور کیا یہ تبدیلی خدا میں ہوئی ہے۔ یا انسان میں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اس غرض سے ...... کہ اس سوال کے حل سے اعراض کیا جائے۔ اور یہ قبول کرتے ہوئے کہ یہ تبدیلی واقع ہوئی ضرور ہے

مختلف مذاہب کی الہامی کتب کی عبارات کو ترمیم کرنے کی خواہش کی گئی ہے۔ اور عبارات کی طرف ایسے معانی منسوب کیئے گئے ہیں جن کے الفاظ عبارت متحمل نہیں۔ لیکن ہم اُن صداقتوں کا کیسے انکار کر سکتے ہیں۔ جو متفقہ طور پر تمام مذاہب صدہا برسوں سے مانتے چلے آئے ہیں۔

اگر خدا اپنے خادموں سے پہلے وقتوں میں ہمکلام ہوا کرتا تھا۔ تو آج وہ ان سے کیوں نہیں بولتا۔ اگر یہ اسکی عادت تھی کہ وہ تکلیف۔ شک یا غلطی کے وقت اپنی ہدایت بھیجا کرتا تھا۔ تو وہ آج لوگوں کیلئے راہ نمائی کا دروازہ کیوں نہیں کھولتا۔ کیا اُس کا یہ مطلب ہے کہ تمام مذاہب باطل ہو گئے اور اب ان میں کوئی صداقت باقی نہیں مل سکتی کہ ان میں سے کسی پر عمل کر کے کوئی نتیجہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ یا یہ ممکن ہے کہ سچا مذہب تو دنیا میں موجود ہے لیکن لوگ اس پر عمل نہیں کرتے۔ اور اس لئے وہ روحانیت میں کوئی ترقی نہیں کر سکتے۔ ان میں سے کوئی بھی خیال ہم قبول کریں۔ یہ سوال اُٹھیگا کہ کیوں خدا ایک نیا مذہب الہام نہیں کر دیتا۔ اگر اسکے نزدیک ضرورت ہے۔ کیوں وہ ایک مصلح نہیں مبعوث کر دیتا۔ جو لوگوں کو صحیح راستے کی طرف لیجائے۔ تا لوگ اس کا قرب حاصل کریں۔ اور اپنی پیدائش کی غرض کو پورا کریں۔

یہ بات ناقابلِ قبول ہے کہ بنی نوع انسان کو گناہ اور دنیا پرستی کی طرف دوڑتے ہوئے دیکھ کر وہ رحیم و مشفق (۵) خدا بے پروا ہے۔ اور ان کی راہنمائی اور ہدایت کے لئے کوئی انتظام نہ کرے۔ یقیناً خدا ایک باپ اور ایک ماں سے زیادہ مہربان و رحیم ہوگا۔ کیونکہ ماں اور باپ صرف ایک ذریعہ ہوتے ہیں بچہ کی ولادت کا۔ لیکن خدا نہ صرف خالق ہے۔ بلکہ انسانی زندگی کا مقصد و مدعا ہے۔ بچہ اور والدین کا رشتہ عارضی ہے۔ لیکن بندے اور خدا کا رشتہ ابدالآباد تک قائم رہنے والا ہے۔ بہرکیف اگر وہ اپنے خادموں کے لئے انکی آزمائشوں میں دردمند و مہربان ہے اور پھر بھی انکی راہنمائی کے لئے کوئی تدبیر نہیں کرتا۔ تو ہمیں یا تو اس نتیجہ پر پہنچنا پڑیگا کہ اس میں بنی آدم کو صداقت کی طرف ہدایت دینے کی طاقت ہی نہیں۔ اور یا یہ کہ خدا سے جوڑ پیدا کرنا انسانی پیدائش کی غرض ہی نہیں۔ لیکن یہ ہر دو پہلو عقل تسلیم نہیں کرتی۔ یہ گمان کرنا کہ وہ جس نے اس کائنات کو پیدا کیا۔ اس میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ جنس بشر کی روحانی ہدایت کے سامان مہیّا کر سکے۔ بالکل بیہودہ خیال ہے۔ کُل کے خالق میں لازمی ہے کہ جزو کے خلق کی طاقت ہو۔ اگر ہم کسی خالق کا وجود قبول کرتے ہیں تو ہمیں یہ ماننا پڑیگا کہ وہ قطعی اور کامل قدرت والا ہے۔ اور اسکے لئے کوئی چیز غیر ممکن نہیں۔ اور وہ ہر چیز کو سوائے ایسی کے جو اسکے تقدس اور کمالیت کے متعارض ہو۔ بنا سکتا ہے۔ نہ ہی ہم یہ گمان کر سکتے ہیں کہ انسان صرف اس دنیاوی زندگی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس صورت میں ہمیں مجبوراً یہ ماننا پڑیگا۔ کہ اس کامل حکیم و علیم خدا نے اس کائنات عظیم کو لغو پیدا کیا۔ کبھی کوئی مشین اس غرض کے لئے نہیں بنائی گئی کہ وہ صرف اپنے آپ میں چلتی رہے۔ ہر ایک مشین کسی

خاص مطلب کے لئے تیار کیجاتی ہے۔ اگر پیدائش انسان کی غرض صرف کھانا پینا اور سونا ہوتی۔ تو اس کا یہ مطلب ہے کہ انسان کو بس اس لئے پیدا کر دیا گیا ہے۔ کہ وہ اپنے آرام و آرائش کو برقرار رکھے۔ اگر ایک فرد بشر کی پیدائش کی کوئی غرض مدِنظر نہیں تو پھر آپس میں ایک دوسرے سے تعاون زندگی کا مقصد قرار نہیں دیا جا سکتا۔ علاوہ بریں ہمیں فرض کرنا پڑیگا کہ جتنے راستباز سیریا۔ عرب۔ فارس۔ ہند میں خواہ کسی ملک میں بھی ظاہر ہوئے ہیں نعوذ باللہ تمام کاذب اور ملحد تھے۔ کیا ہم یہ مان سکتے ہیں کہ ایسے انسان جو بوجہ بنی آدم کی فہمی۔ اخلاقی۔ اور روحانی ترقی کے موجب ہونیکے واجب الاحترام ہیں۔ اور جنہوں نے لوگوں کے قلوب پر ایسا اثر چھوڑا ہے کہ مرور زمانہ اُسے نہیں مٹا سکا۔ وہ سب مجنون تھے۔ اور اپنے ہی خیالات کے ڈھکوسلوں کو ایسی چیزیں سمجھتے تھے۔ جن میں زیست ہے اور جن کی عالم میں کچھ ہستی ہے اگر ایسا نہیں۔ اور یقیناً نہیں۔ تو اس نتیجہ سے گریز کی کوئی راہ نہیں کہ دنیا میں کوئی مذہب ضرور چاہیئے جو بندے کو خدا کی طرف لیجائے۔

اگر دوسری طرف ہم یہ دیکھیں۔ کہ تمام مذاہب ایسا کامل انسان پیدا کرنے سے قاصر ہیں جیسا کہ وہ گذشتہ زمانوں میں پیدا کرتے تھے۔ اور یہ کہ اب وہ خدا اور بندے کے درمیان وہ رشتہ قائم کرنے سے عاجز ہیں جو پہلے وقتوں میں انکے درمیان ہوتا تھا۔ تو کیوں خدا دنیا کے سامنے وہ صحیح مذہب اس طور سے نہیں پیش کر دیتا
(۶) کہ جسے اسکی قدرت و طاقت کا ثبوت شمار کیا جائے۔ تا وہ مذہب لوگوں کے دلوں میں ایسی تبدیلی پیدا کر دے۔ جس کا پیدا کر دینا مذہب کا واحد مقصد ہے۔ مختصر یہ کہ جس طور سے بھی ہم اس معاملہ پر نظر کریں۔ ہمیں مجبوراً اس نتیجہ پر پہنچنا پڑیگا۔ کہ دنیا کی موجودہ حالت بلند آواز سے کسی الٰہی ہدایت یافتہ معلم کو پکار رہی ہے۔ اور کہ انسانوں کی روحیں مضطرب عاشقین کی مانند تمنا و آرزو سے آسمان کی طرف دیکھ رہی ہیں۔ اور وہ اپنے دردسے بھرے ہوئے دلوں۔ اور پانی بہاتی ہوئی آنکھوں سے کمال عاجزی سے التجا کر رہی ہیں۔ کہ ترس کھا اور ہم پر اپنے فضل اور رحم کے دروازے کھولدے۔ ہم ہمیں بھی وہ کچھ دے جو ہماری اسلاف کو دیا۔ اور ہماری روحانی تاریکی کو دور کرتے ہوئے اور ہماری آنکھوں کو نابینائی اور دلوں کو نجاست سے صاف کرتے ہوئے اس ابدی زندگی کی طرف راہنمائی کر جو پیدائش انسان کی غرض و غایت ہے۔

مسیح موعودؑ نے اسلام کو دوبارہ زندہ کیا

میں یہ بیان کر چکا ہوں۔ کہ مسیح موعودؑ کسی نئے مذہب کے لانیوالے نہ تھے۔ بلکہ آپ اسلام کی خدمت کرنے اسکو نئی زندگی دینے۔ اسکی اشاعت کرنے اور بنی آدم کو اسلام کی معرفت خدا کی طرف لیجانے کیلئے بھیجے گئے تھے۔ میں اب یہ بیان کرونگا کہ یہ کس طرح عمل میں لایا گیا۔

سب سے پہلا سوال جس کا مذہب کے ساتھ تعلق ہے توحید الٰہی ہے اگر کوئی مذہب خدا کے وجود کی کامل شناخت
نہیں کرا سکتا تو وہ مذہب کہلانے کا ہی مستحق نہیں۔ مسیح موعودؑ کی بعثت کے وقت توحید الٰہی پر تیقن دُنیا سے
بکلّی نابود ہو چکا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ ہر ایک مذہب وحدت الٰہی بیان کرنے کا مدعی ہے لیکن اس مسئلہ کا
صحیح مفہوم آج سے پہلے کبھی ضبط نہیں ہُوا۔ لفظ توحید الٰہی یا تو گوناگون مشرکانہ خیالات پر حاوی تھا۔ یا زیادہ
سے زیادہ ایک خدا کی ہستی پر محض عقیدۃً استعمال کیا جاتا تھا۔ لیکن ظاہر ہے کہ خدا نے انبیاء صرف اسواسطے
نہیں مبعوث کیئے تھے۔ کہ وہ اس اصول کی اشاعت کر دیں کہ خدا ایک ہے اسکے سوا دوسرا نہیں۔ کیونکہ صرف اس
اصل کو مان لینا انسان کی زندگی پر کوئی گہرا اثر نہیں ڈال سکتا۔ غرض یہ تھی کہ انسان اسطرح مسئلہ توحید الٰہی
کے ماتحت اپنی زندگی کو مرتّب کرے کہ وہ اسے اخلاقی اور روحانی تکمیل تک پہنچائے۔ یا یُوں کہو کہ وہ کسی چیز
یا ہستی کے ساتھ اس محبت سے بڑھ کر محبت نہ رکھے۔ جو وہ خدا سے رکھتا ہو۔ اور وہ کامل بھروسہ اور کامل اعتماد
خدا پر رکھے۔ اور اسکے ماسوا کسی چیز یا ہستی کو اپنے معاملات پر کسی قسم کا مختار نہ خیال کرے۔ ایسا شخص جو وحدت
خدا پر ان معنوں میں اعتقاد رکھتا ہے۔ اور اس پر کاربند ہوتا ہے۔ لاجرم ایک اخلاقی تغیّر کو اپنے اندر دیکھیگا۔
وہ کبھی کسی اور چیز یا انسان کی محبّت کو اس محبت پر ترجیح نہیں دیگا جو وہ خدا سے رکھتا ہے۔ اور اس سے
زیادہ وہ اور کسی شے سے نفرت نہیں کریگا جتنی کہ خدا سے دُور ہو جانے کے خیال سے۔ ایسے انسان کیلئے (۷)
گناہ کا ارتکاب غیر ممکن ہو جاتا ہے۔ اور یہی وہ سچّا مسئلہ توحید الٰہی ہے۔ جو مذہب کی تعلیم کا اصل مقصد ہے۔
نہ کہ خدا کی ہستی پر محض زبانی اقرار۔ جو نہ تو خدا کو راضی کر سکتا ہے۔ اور نہ ہی انسان کی زندگی پر کوئی عملی اثر ظاہر
کر سکتا ہے۔ اس بُنیادی اصل کو قائم کر دینے کے بعد مسیح موعودؑ نے شرک کی تمام ان اقسام کو جڑ سے اکھاڑ کر
مٹا دیا جو مذہب میں داخل ہو گئیں تھیں۔

مسئلہ توحید الٰہی کے بعد وہ سوال جو سب سے زیادہ انسانی زندگی پر اثر رکھتا ہے۔ وہ بندہ اور اسکے بنانیوالے
کے درمیان کے رشتہ سے متعلق ہے۔ مَیں کیوں اپنے بنانیوالے کے سامنے کیا ہوں۔ اور اسکی میرے ساتھ اس ذاتی محبت
کی کیا غرض ہے۔ جو اس نے میری پیدائش کے لمحے سے میری ساتھ رکھی ہوئی ہے۔ یہ سوال ہیں جو انسان کی زندگی
کے ہر شعبہ پر گہرا اثر ڈالتے ہیں۔ ان سوالات کا صحیح فہم انسان کیلئے نیکی کے دروازے کھول دیتا ہے۔ اور ان سوالات
کے متعلق غلطی اسکے لیے ترقی کے دروازے بند کر دیتی ہے۔ ان سوالات کے متعلق مسیح موعودؑ نے دیکھا۔ کہ بنی آدم
غلط رستے پر چل رہے ہیں۔ اور آپ نے ان سوالات کے صحیح مفہوم بتا کر بنی نوع انسان کو بیحد ممنون احسان کر دیا ہے۔
آپ نے بتایا کہ انسانی پیدائش کی غرض لامحدود ترقی کرنا ہے۔ اور اس لئے یہ امر غیر ممکن الفہم ہے۔ کہ خدا نے خود
ہی اس غرض کو باطل کر دیا ہو۔ جسکے لئے انسان کو پیدا کیا تھا۔ انسان نہ زنجیروں سے بندھا ہُوا پیدا نہیں

ہوا کہ وہ ان کو توڑ نہیں سکتا بلکہ خدا اس پر کبھی بھی ترقی کی راہیں بند نہیں کرتا۔ یہ خود انسان ہی ہے جو خود اپنے فعل سے ایسا کر لیتا ہے۔ نہیں بلکہ انسان اس طرح اپنے آپ پر دروازے بند کر لیتا ہے۔ تو خدا ایسے سامان کرتا ہے۔ کہ وہ اسکے لئے پھر کھول دیئے جائیں۔ پھر آپ نے بتایا کہ تمام انسان خدا سے یکساں رشتہ رکھتے ہیں اور وہ کسی کے ساتھ سوتیلے باپ والا سلوک نہیں کرتا۔ بڑے سے بڑے نبی اور مصلح بھی بلحاظ رشتہ الٰہی بنی آدم میں سے کسی سے زیادہ نہیں۔ اور کامیابی کے دروازے جو ان کے لئے کھلے۔ تمام انسانوں کیلئے کھلے ہیں۔

تمام انبیاء رہبر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لیکن ان میں سے ایک بھی خدا اور اسکی مخلوق کے درمیان بحیثیت توسط کے نہیں۔ کیونکہ خدا کو انبیاء کی بہبودی اور انکی جنکی طرف وہ بھیجے جاتے ہیں۔ یکساں محبوب ہے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ ایک شخص بوجہ اپنے اخلاص اور نیکی کے دوسروں سے خدا کا زیادہ قرب حاصل کرلے۔ لیکن وہ کتنا بھی قریب ہو جائے یا کتنا بھی امتیاز حاصل کرلے۔ وہ دوسرے کے لئے ترقی کے دروازے بند نہیں کر سکتا۔ ہر فرد بشر کے لئے ہر وقت روحانی ترقی کے بلند ترین مقام تک پہنچنے کے لئے راہ کھلی ہے۔ آسمان کے دروازے ہر شخص کیلئے جو کھٹکھٹاتا ہے کھلے ہیں۔

ازاں بعد آپ نے وہ غلط خیال دور کیا۔ جو تمام لوگوں میں عام ہو چکا تھا۔ کہ خدا کے فضل اور رحم کا انکشاف صرف گذشتہ زمانوں سے ہی وابستہ تھا۔ اور اب اسکی عنایات کے دروازے لوگوں پر مسدود ہیں۔ آپ نے بتایا کہ ایسا خیال (۸)
گناہ اور گستاخی کے مترادف ہے۔ کہ خدا کی صفات میں سے کوئی صفت کسی زمانہ میں معطل بھی ہو جاتی ہے۔ ایک زندہ مشین کو زندگی کی علامات ظاہر کرنی چاہیئیں۔ جیسا کہ ایک مخلوق وجود کی یہ علامت ہے، کہ وہ اپنے سسٹم کے اندر ہمیشہ زندگی بخش مواد جذب کرتا رہتا ہے۔ ایسے ہی یہ ایک زندہ خالق کی نشانی ہے۔ کہ وہ اپنی مخلوقات پر اپنی زندگی بخش صفات کا پرتو ڈالتا رہے۔ اگر کوئی زندہ خدا موجود ہے۔ تو ضروری ہے کہ ہم اسکی صفات کا تیز اثر دنیا میں لگاتار مشاہدہ کر سکیں۔

ایک خطرناک غلطی جو مسیح موعودؑ کی بعثت کے وقت دنیا میں موجود تھی۔ اور جس نے تمام مذاہب کی بنیاد کو دیمک کی طرح کھا لیا۔ کہ مذہب کا مغز ہی کلی منحرف ہونے لگا۔ اور جس کا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ انسانی دماغ کے خیالات اور وہموں کو وحی الٰہی کی روشنی خیال کیا جانے لگا۔ یہ وحی کی ایک بالکل نادرست تعریف کی گئی تھی جسکو عام لوگ ماننے لگ گئے۔

مسیح موعودؑ نے اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر بتایا۔ کہ وحی صاف الفاظ میں بھیجی جاتی ہے۔ اور اسکے بھیجنے کا طریق ایسا یقینی اور بلا شبہ ہے۔ جیسے کہ ایک آدمی کا دوسرے سے کلام کرنا۔ آپ نے بتایا۔ کہ جب تک وحی الفاظ میں نہ بھیجی جائے۔ وہ شک سے پاک نہیں ہو سکتی۔ اور وہ کامل یقین تک نہیں لیجا سکتی۔ کیونکہ اگر معمولی القا ہی وحی ہے۔ تو ہر ایک آدمی اپنے آپکو ملہم خیال کر سکتا ہے۔ چنانچہ مفہوم وحی میں اس غلطی کے بعد واقع میں کئی نظریے ایسی ملتی ہیں۔

وحی کی اس تشریح سے مسیح موعودؑ نے دنیا پر ایک بہت بڑا احسان کیا۔ کیونکہ آپ نے اس طریقہ سے مذہب پر اس خطرناک حملہ کو روکنے کیلئے ذریعہ مہیا کر دیا۔ جو تمام الہامی کتب کی سند کو ان غلط معنوں کی وجہ سے برباد کر رہا تھا۔ کہ وحی صرف القا ہے اور (خدا کی) کامل شناخت کے حصول کیلئے ایسی یقینی امید پیدا کر دی جو راہ میں بھٹک کر پھرنے والوں کے قدموں کو لازماً تیز کر دیگی۔

ایک اور ضروری سوال جو خدا کی ذات کے ساتھ متعلق ہے۔ اور جو اس رشتہ پر جو بندہ اور خدا کے درمیان اور جو بندے اور بندہ کے درمیان ہے یکساں اثر رکھتا ہے۔ یہ ہے۔ کہ کونسی قومیں وحی حاصل کرنیوالی رہی ہیں۔ اور کن اصولوں پر خدا نے انہیں وحی لینے کے لئے چنا۔ اس سوال کے حل کے بغیر وہ اصلاح جو مسیح موعودؑ نے الوہیت کی حقیقت کے متعلق دوسری سوالوں کو حل کر کے کی ہے۔ ادھوری رہتی ہے۔ اس سوال کے متعلق آپ نے بتایا کہ جبکہ خدا کل کائنات کا آقا ہے۔ تو اس کی ہدایت کسی خاص قوم میں محدود نہیں ہو سکتی۔ جب وہ تمام بنی نوع انسان کا مالک ہے۔ اور اُن تمام کو اُس نے سوچنے کے لئے فہم بخشے ہیں تو اُن میں سے کسی کو بھی وہ اپنی ہدایت سے محروم نہیں رکھ سکتا۔ جیسا کہ قرآن پاک فرماتا ہے :- وان من امّۃ الّا خلا فیھا نذیر یعنی کوئی قوم نہیں جس کے اندر نذیر نہ آیا ہو۔"

خدا نے اپنے رسول تمام اقوام میں بھیجے اور ہر زمانے میں بھیجے۔ اور جس طرح کہ سورج تمام دنیا کو روشن کر دیتا ہے۔ وحی کے نور سے بھی زمین کے تاریک سے تاریک کونے کو روشن رکھا۔ اس اصول کے ماتحت آپ نے ہندوستان کے انبیاء کرشنؑ۔ رام چندرؑ۔ بدھ۔ اور فارسی نبی زرتشتؑ کی صداقت ثابت کی۔ اور انکے دعاوی کے انکار کو خدا کی عالمگیر ربوبیت کے انکار کے مترادف قرار دیا۔

آپ نے قرآن کریم سے یہ ثابت کیا۔ کہ نہ صرف وہ آدمی خدا کے نیک بندے تھے جنکی خدمات جو انہوں نے بنی آدم کی کیں تاریخ میں درج ہیں۔ بلکہ خدا کی صفات اور اس کا کلام اس امر کی شہادت دیتا ہے۔ کہ ہر ایک قوم میں خواہ انکی روایات محفوظ ہوں یا نہ ہوں نبی آئے۔ اور یہ کہ انبیاءؑ کی معرفت ہدایت کا ملنا انسانی حق ہے جو خدا کبھی بھی نظرانداز نہیں کر سکتا۔

یہ امر کہ کس حد تک اس اصول نے تمام قوموں کیلئے خدا کے ساتھ محبت کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ اور انسانوں کے اندرونی تعلقات کو اخوت و یگانگت کی بنیاد پر رکھدیا ہے۔ اور تمام مذاہب کے بانیوں اور راستبازوں کو ہتک و اہانت سے محفوظ کر دیا ہے۔ کسی طویل بیان کو نہیں چاہتا۔ کیونکہ ہر ایک عقلمند آسانی سے یہ بات سمجھ سکتا ہے۔

دوسری طرف مسیح موعودؑ نے بتایا۔ کہ انسانی عقل نے آہستہ آہستہ نشو و نما پائی ہے۔ اور اسکی ترقی کے مختلف مدارج ہیں۔ وہ کامل حکیم خدا ان درجاتِ ترقی کے مطابق ہمیشہ اپنی تعلیم بھیجتا رہا۔ حتیٰ کہ وہ وقت آگیا کہ جب انسانی عقل کامل نشو و نما پا چکی اور بنی آدم کے مختلف فرقوں کے آپس میں میل جول کے ذرائع اس حد تک پایہ تکمیل کو پہنچ گئے اور دنیا اپنی ترقی میں اس درجہ کو جا پہنچی کہ تمام کی تمام واحد ملک اور واحد قوم ظاہر ہونے لگی۔ اس درجہ پر پہنچ کر

اور مکمّل الہامی شریعت یعنی قرآن کریم کے ساتھ آخری شرعی نبی یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا۔ جو ہر زمانے کی ضرورت کے مطابق اپنے اندر تعلیم رکھتا ہے۔

مسیح موعودؑ نے اس بات کی تشریح کر دینے میں دُوراندیشی سے کام لیا۔ اور اس امر پر زور دیا۔ کہ یہ مسئلہ کہ خدا کی بھیجی ہوئی شریعتوں سے قرآن سب سے آخری اور مکمّل ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ انسان عقلی ترقی کے آخری درجہ پر پہنچ چکا ہے۔ اور آگے نہیں چل سکتا۔ کیونکہ انسانی دماغ ترقی کے راستے پر ہمیشہ ہمیش ترقی کرنے والا ہے۔ اس دنیا میں بھی۔ اور آخری دنیا میں بھی۔ اس کے برخلاف آپ نے بتایا کہ کتاب جتنی مکمّل ہو گی۔ اتنا ہی اُسے علمی ترقی میں زیادہ امداد دینی چاہیئے۔ ایک الہامی کتاب کے مضامین کے پرکھنے کے لئے آپ نے جو حیرت انگیز کسوٹی پیش کی اور جس نے تمام ان لوگوں کے رویہ کو بدل دیا جو الہامی کتب کے متعلق صداقت کے متلاشی تھے۔ وہ یہ تھی۔ کہ خدا کا کلام خدا کے کام کی مانند ہونا چاہیئے۔ جس طرح اس کے کام اُن لامحدود بھیدوں کا خزانہ ہیں۔ جن کو ابتدائے آفرینش سے آج تک انسان نہیں پا سکا اسی طرح اس کا کلام بھی نہ ختم ہونیوالے علم و دانائی کا خزانہ ہونا ضروری ہے۔ اسکے ماتحت آپ نے ثابت کیا۔ کہ قرآن کریم مادی دنیا کے خزانوں سے کہیں زیادہ خزانے اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور وہ اُن تمام پر کھولے جاتے ہیں۔ جو اُنکی تلاش رکھتے ہیں۔

وہ کتاب جو اپنے اندر ایسی مکمّل تعلیم رکھتی ہو۔ جو ہر زمانے کی ضرورتوں کے مطابق ہے۔ اور جو تمام خرابیوں کا علاج مہیا کرے۔ اور جو ہر زمانے میں اخلاقی و روحانی نشوونما کے ذرائع بہم پہنچائے۔ وہ خود خدا کی ارسال کردہ کتاب ہی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ وہ انسانی نشوونما کے فلسفہ کو بیان کرتی ہے۔ اور یہ انسانی لیاقت سے بالا ہے کہ وہ ہر وقت تبدیل ہوتے رہنے والی ہستی کے نشوونما کے فلسفہ کا پورا پورا علم حاصل کر سکے۔

مسئلہ جہاد

اسلام کی تعلیم پر اکثر حرف گیری ہوا کرتی ہے۔ لیکن جیسا کہ مسیح موعودؑ نے ثابت کر دکھایا۔ تمام اعتراضات جو اسلام پر کیئے جاتے ہیں۔ یا تو قلّتِ تدبّر یا ذاتی خیالات کو معقولیّت پر فوقیّت دینے کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ اسلام ایک ایسا طریقہ تعلیم پیش کرتا ہے کہ اگر اسکو اپنے عقل اور غور کے فیصلہ پر چھوڑ دیا جائے۔ جو آبائی روایات یا ذاتی خیالات سے غیر متاثر ہوں۔ تو ایک شخص معلوم کریگا۔ کہ انسان کی روحانی ترقی کے لئے اس سے بہتر اور کامل کوئی شریعت نہیں۔

یہ کہا جاتا ہے۔ کہ اسلام مذہب کو بزورِ شمشیر پھیلانے کی اجازت دیتا ہے۔ حالانکہ قرآن صاف کہہ رہا ہے:۔

"دین میں[عہ۱] کوئی جبر نہیں۔ کیونکہ ہدایت کو گمراہی سے بالکل کھول دیا گیا ہے۔ اور ہر شخص دونو میں فرق کر سکتا ہے"

ہاں مسلمانوں کو صرف ان لوگوں سے جنگ کرنیکا حکم دیا گیا ہے۔ جو اسلام کو برباد کر دیتے یا مسلمانوں کو اس سے جبراً مرتد کرنے کی غرض سے ان سے جنگ کرتے ہیں۔ اور مسلمانوں کو جنگ کی صرف اتنے وقت تک اجازت ہے۔ جب تک دشمن جنگ صرف اس غرض کو پیش نظر رکھ کر کرتا ہے۔ جب دشمن جنگ کو ختم کر دینا چاہے۔ تو انہیں بھی ختم کر دینی چاہیئے۔ اور انکو پیام صلح کبھی صرف غصہ کی وجہ سے نامنظور نہیں کرنے چاہیئیں۔ یا اس انتقام کی خواہش کی وجہ سے کہ ہم دشمن کو پیس دیں تا آئندہ

عہ۱ لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی

بیفائدہ جان کا نقصان نہ ہو۔ تمام جنگیں جو نبی کریم صلعم نے کیں۔ دفاعی تھیں۔ اور وہ ان دشمنوں کے ساتھ کی گئی تھیں۔ جنہوں نے اپنی گھر اسلام کو نیست و نابود کر دینے کیلئے چھوڑ دیئے تھے۔

غلامی

پھر یہ کہا جاتا ہے۔ کہ اسلام غلامی کا مؤید ہے۔ حالانکہ اسلام اس کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ اور اس نے غلامی کے اُن تمام طریقوں کا خاتمہ کر دیا ہے جو ایام اسلام سے پہلے رائج تھے۔ اسلام اُن لوگوں کو غلام بنا لینے سے منع کرتا ہے جو بلا وجہ پکڑ لیے جائیں۔ یا صرف اس لئے کہ وہ دشمن کی قوم یا گروہ میں سے ہیں۔ یا جو دنیاوی جنگوں میں قیدی لیے جائیں۔ اسلام صرف ایسے جنگی قیدیوں کو غلام بنانے کی اجازت دیتا ہے۔ جو ایسی جنگ میں گرفتار کیئے جاتے ہیں۔ جو دشمن نے اس غرض سے کی کہ تلوار کے زور سے ایک مذہب کی قبولیت کو روکا جائے۔ یا اس سے مرتد ہونے پر مجبور کیا جائے۔ اور اس میں کیا شک ہے کہ ایسی کوشش ہر ایک ایسا جرم ہے۔ جو اسکے مرتکب کو دائرہ انسانیت ہی خارج کر دیتا ہے۔ وہ لوگ جو ایک شخص کی جسمانی آزادی کے چھن جانے پر اظہار نفرت کرتے ہیں۔ اُن کو سوچنا چاہیئے کہ جس کو سزا ملی ہے۔ وہ بزور شمشیر اس بات کی کوشش میں تھا۔ کہ لوگوں کو جبراً خدا کی عبادت سے روکا جائے۔ اور انہیں مجبور کیا جائے۔ کہ وہ اپنی روح میں شیطان کے اختیار میں دیدیں۔ اگر وہ اپنے اس مقصد میں کامیاب ہو جاتا۔ تو لکھوکھا انسان صداقت کو چھوڑ دینے پر مجبور ہو جاتے۔ اور ابدی تاریکی میں مبتلاء ہو جاتے۔ کیا ایسا آدمی اس قابل ہے کہ اُسے اس کی آزادی واپس کر دیجائے؟ یہاں تک کہ وہ اپنے جرم پر نادم نہ ہو۔ اور اپنے فعل پر سچے دل سے افسوس نہ کرے۔ کیونکہ غلامی کیا ہے؟ اس کا مطلب انسان کی آزادی کو اسوقت تک قید کر لینا ہے۔ کہ وہ اپنے حصہ کی ذمہ داری اور اپنے حصہ کے اخراجات جنگ کو ادا نہ کر دے۔ کیا کوئی اخلاقی یا ملکی وجہ ہے جو جنگی قیدیوں کو لینے سے روکے۔

اسلام اجازت دیتا ہے۔ کہ ہر ایک جنگی قیدی کو جو غلام بنایا گیا ہے۔ اختیار ہے۔ کہ وہ جنگ کے مصارف کا اپنا حصہ ادا کر کے اپنی آزادی خرید لے۔ پس اگر ایک غلام اپنی غلامی کو اپنی آزادی سے بُرا سمجھتا ہے۔ تو کیوں وہ خود یا اسکے رشتہ دار یا اسکے ہموطن اسکی آزادی اُسکے حصے کے اُن اخراجاتِ جنگ کو ادا کر کے نہیں خرید لیتے۔ جو اس مظلوم قوم کو مجبوراً برداشت کرنے پڑے۔ اور جس کا مذہب انہوں نے کوشش کی کہ جڑ سے اُکھاڑ دیا جائے۔

سود

پھر اسلام کی تعلیم پر اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ وہ سود لینے اور دینے سے منع کرتا ہے۔ حالانکہ سود دنیا کی اخوت و تمدن کی قدرتی بنا پر قائم نہیں۔ بلکہ اسکو خود ایسا بنا لیا گیا ہے۔ تھوڑا سا غور ظاہر کر دیگا۔ کہ جیسے قرآن کریم کہتا ہے۔ سود ہی موجودہ وقت کی کثرت سے جنگوں کا موجب ہے۔ اگر ایک گورنمنٹ سود پر قرض نہ لے سکے۔ تو وہ کبھی جنگ میں شریک نہ ہو سکے۔ کیونکہ کوئی جنگ روپے کے بغیر نہیں ہو سکتی خصوصاً اس زمانے میں ایک بڑی جنگ بہت بڑی مالی قربانیوں کو چاہتی ہے۔ اور اگر ایک گورنمنٹ ضروری رقم روپیہ کی سود والے قرضے کے ذریعے سے نہ حاصل کر سکے۔ تو وہ کبھی بغیر گہرے غور و فکر کے ایک ایسی کثیر مصارف والی اور تباہ کن جنگ میں حصہ نہ لے۔ انکم ٹیکسوں کا بوجھ فوراً لوگوں کو

محسوس ہونے لگتا ہے۔ اور وہ ہر ایک ایسے ممکن ذریعے کو استعمال کرنے کے بغیر جس سے جنگ کی ضرورت ٹل جائے کبھی ایک بڑی جنگ میں پڑنے کے لئے اور اپنے اوپر اتنے کثیر مصارف ڈالنے کیلئے تیار نہ ہوں۔

اسی طرح اگر سود لینا اور دینا بند کر دیا جائے۔ تو کسی ملک کی تمام دولت صرف چند ہاتھوں میں اکٹھی نہ ہو جائے۔ بلکہ وہ یکساں اور عام طور پر ساری قوم میں منقسم رہے جیسا کہ اسلامی ممالک میں ہوا کرتا تھا۔ حرفت و تجارت کے منتظمین اور ڈائرکٹر پھر لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد سے نفع کے حصہ دینے کی شرط پر روپیہ لینے کے لئے مجبور ہو جائیں۔ اور اسطرح دوسرے لوگوں کیلئے ان کے کام میں ایک قسم کی شرکت کی صورت پیدا ہو جائے۔

تعدد ازدواج

پھر تعدد ازدواج کے متعلق اسلامی تعلیم کے اوپر اعتراض کیئے جاتے ہیں۔ لیکن بہت سے جو اخلاقی۔ ملکی تمدنی۔ نسلی۔ اور مالی سوالات اٹھتے ہیں۔ ان کا تسلی بخش حل تعدد ازواج ہی سے حاصل ہوتا ہے مثلاً وہ شخص کیا راہ اختیار کرے۔ جس کی اتفاقاً ایسی عورت کے ساتھ شادی ہو جائے۔ جو مجنون یا دائم المریض ہو۔ کیا وہ اسے اپنے بچوں کی ماں ہونے دے۔ اور اس طرح تکلیف و مرض کا ایسا ترکہ پیچھے چھوڑے۔ جو نسلِ انسانی کی بدخواہی کے مترادف ہو۔ یا کیا وہ بے اولاد رہے۔ اور اس طرح اپنے ملک کو نقصان پہنچائے۔ یا کیا وہ بدمعاشوں کی زندگی اختیار کرلے۔ اور اپنے اور اپنی قوم کے اخلاق کو نقصان پہنچائے۔ یا کیا اس کے لئے یہ مناسب ہے کہ وہ اپنی بیوی کو ایسے وقت میں طلاق دیدے۔ جب اس کی تکلیف اور بے کسی اسکے ساتھ کمال مہربانی اور حفاظت کا مطالبہ کرتی ہے۔ اور اس طرح رحم اور اخلاق کے جذبات سے بے حس ہو جائے؟

طلاق

اس طرح طلاق کے مسئلہ کے متعلق اسلام کے معترضین اس بات کو نہیں سمجھ سکتے۔ کہ بعض حالات میں ایسا ہو سکتا ہے کہ میاں بیوی کے مزاج آپس میں ایسے کلّی متعارض ہوتے ہیں۔ کہ ان دونوں کو ملکر رہنے کیلئے مجبور کرنا گویا آگ اور پانی کے ملاپ کی کوشش کرنا ہے۔ جو کہ یقیناً دونوں کی تباہی کا موجب ہے۔ اسلامی تعلیم پر ایسے اور تمام اس قسم کے اعتراضات لاعلمی کا یا کم فہمی کا نتیجہ ہیں۔ کیونکہ اسلامی تعلیم کی بنیاد باقی تمام مذاہب کے مقابلہ میں بڑھ کر رحم اور حکمت پر مبنی ہے۔ اور ہر زمانے کی ضرورتوں اور مشکلوں کا پورا اور مکمّل حل پیش کرتی ہے ۞

اخلاقی تعلیم

کوئی مذہب کامل ہونے کا مدعی نہیں ہو سکتا ہے۔ جبتک کہ انسانی اخلاق کے متعلق وہ اپنے اندر مفصل ہدایات نہ رکھے۔ اس لئے کہ اگرچہ اخلاق روحانیت کا حصہ نہیں تاہم روحانیت کا وہ پہلا قدم ہیں۔ اور کامل اخلاق کے بغیر انسان کامل روحانی ترقی حاصل نہیں کر سکتا۔ مسیح موعودؑ نے اخلاق کے متعلق حیرت انگیز اصل قائم کیئے ہیں۔ اور ان اصولوں کے مطالعہ سے ایک انسان چونک کر یہ ماننے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ کہ مسیح موعودؑ

سے پہلے دنیا اخلاقی قوانین کی تلاش میں محض تاریکی میں بھٹکی پھرتی تھی۔

پہلا اصل اخلاق کی تعریف سے متعلق ہے۔ آپ پہلے شخص تھے جنہوں نے اس امر کی طرف توجہ دلائی کہ اخلاقی اوصاف کی حقیقت میں ایک غلطی کی گئی ہے۔ جو انسان کو ایک خطرناک غلط فہمی کی طرف لے گئی ہے۔ اور جو مذہبی کتب میں طویل لیکن بے سود بحثوں کی موجب ہے۔ لوگ اس بات کو نہیں سمجھ سکتے ہیں کہ حیوانیت اور اخلاق کے درمیان ایک وسطی حالت بھی ہے۔ حیوانیت انسان کی اُس حالت کا نام ہے۔ جس میں وہ بوجہ ناقص تربیت۔ مرض۔ عادت۔ لاعلمی یا بدمزاجی کے خالص نفسانی خواہشات کے ماتحت خالص ذاتی اغراض کے لئے عمل پیرا ہوتا ہے۔ اور دوسروں کے احساسات کا اسے کچھ خیال نہیں ہوتا۔ لیکن انسان کی طبعی حالت نہیں۔ کیونکہ انسان کو بہت سے طبعی احساسات بخشے گئے ہیں۔ جو اُسے دوسروں کے ساتھ نیکی کرنے کی تحریک کرتے ہیں۔ اور جن کو لوگ غلطی سے اعلیٰ اخلاق خیال کرتے ہیں۔ مثلاً دوسری لوگوں کو مصیبت میں پاکر ایک شخص طبعاً درد محسوس کرتا ہے۔ اور ہمدردانہ سلوک کی طرف مائل ہوتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ انسان کو متمدن پیدا کیا گیا ہے۔ اور یہ جذبات ایک سوسائٹی کے جزو کے لئے ضروریات میں سے ہیں۔ محبت اور نفرت ہر دو یکساں طبعی احساسات ہیں۔ اور اس لئے اُن میں سے کسی کو بھی ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ اچھا ہے۔ اور یہ بُرا۔ کیونکہ اگر اُن میں سے ایک کو اچھا کہیں اور دوسرے کو بُرا۔ تو ہمیں یہ ماننا پڑیگا کہ خدا نے بدی ہماری فطرت میں جبلّی طور پر رکھدی ہے۔ علاوہ بریں ہمارا تجربہ اس قاعدہ کی تردید کرتا ہے۔ کیونکہ بعض چیزوں مثلاً ظلم یا بدکاری کے خلاف جذباتِ نفرت ایک بڑی قابلِ تعریف بات ہے۔ لیکن اگر ہر ایک جذبہ نفرت کو بدی تصور کر لیا جائے۔ تو بدی سے نفرت کرنا بجائے خود ایک گناہ ہو جائیگا۔ اور یہ صریح بیہودگی ہے۔ اس لئے مسیح موعودؑ نے بیان کیا۔ کہ مذہب کا پیروؤں کو صرف مہربانی کرنے یا درگزر کرنے یا محبت کرنے۔ یا احسان کرنے یا فضول خرچی سے پرہیز کرنے کی ترغیب دینا تو ہمارے طبعی جذبات کو محض گِن دینا ہے۔ اور یہ کسی قسم کی اخلاقی ہدایت نہیں کہلا سکتی۔ صرف وہی مذہب اخلاقی ہدایت دینے کا مدعی ہو سکتا ہے۔ جو ایسے قوانین بتائے۔ جن سے طبعی جذبات کے استعمال پر پورا اختیار حاصل ہو سکے۔ یا یوں کہو کہ بعض طبعی جذبات کو استعمال میں لانے۔ اور بعض کو دبا لینے کو اخلاق نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ مناسب موقعہ پر تمام طبعی جذبات کا ارادۃً اور قصداً استعمال اور نامناسب موقعہ پر ان کا دبا لینا اصل میں اخلاق ہیں۔

دوسرا اصل جو آپ نے کسی مذہب کی اخلاقی تعلیم کے متعلق رکھا ہے۔ یہ ہے۔ کہ ہر ایک اخلاقی قوّت کے استعمال کے لئے مناسب موقعہ بتا دینے کے علاوہ مذہب کو بُرے اور اچھے اخلاق کے مختلف مدارج کی تشریح کرنی چاہیئے۔ جو کہ ہر طبعی جذبہ کے مناسب یا غیر مناسب استعمال کا نتیجہ ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ اگر وہ ایسا کرنے کو چھوڑتا ہے۔ تو بہت سے لوگ گمراہ ہو جائینگے۔ یا وہ ایسے رستوں پر گامزن ہونگے۔ جو انہیں کبھی بھی مقصد کی طرف نہیں لیجا سکتے۔ انکی

مثال اس طالبعلم کی سی ہوگی۔ جو اس خواہش سے کہ انگریزی زبان آجائے۔ اکسفورڈ ڈکشنری کو حفظ کرنے لگ جائے۔

تیسرا اصل جو آپ نے رکھا یہ تھا کہ مذہب کو ان وجوہ کی تشریح کرنی چاہیئے جن پر اسکے احکامِ اخلاق کی بنا ہے کیونکہ بغیر انکے سمجھنے کے ایک شخص اس ذوق کو اپنے اندر محسوس نہیں کرے گا۔ جو اعلیٰ اخلاقی حالت کے حصول کے لئے اسکو ضروری کوشش قائم رکھنے میں مدد گار ہے۔

چوتھی بات جو آپنے قائم کی یہ تھی۔ کہ مذہب کے لئے نیکی اور بدی کے منبع کا علم دینا ضروری ہے۔ اور اسکو لوگوں کو یہ سکھانا چاہیئے۔ کہ بدی کی طرف میلان کی راہوں کو کیسے بند کر دیا جائے۔ اور کسطرح نیکی کی راہوں کو کھولا جاسکے۔ کیونکہ بدی نہیں نابود ہوسکتی جبتک کہ بدی کے میلان کو نابود نہ کیا جائے۔ اور اسوقت تک کہ مذہب اپنی اخلاقی تعلیم کے پہلو کے متعلق تفصیل نہیں کرتا۔ نامکمّل رہیگا۔ محض قواعد کا مجملاً بیان کچھ امداد نہیں دے سکتا جبتک کہ ان کا عملی استعمال بیان کیا جائے۔ مسیح موعودؑ نے اخلاقی تعلیم کے متعلق یہ قواعد نہ صرف قائم کر دیئے۔ بلکہ آپنے تفصیل سے ثابت کر دیا۔ کہ قرآن کریم انسان کی اخلاقی نشو و نما کی ان تمام صورتوں کی توضیح کرتا ہے۔ اور اور اس طرح یہ ثابت کیا کہ اسلام ہی صرف انسان کا صحیح اخلاقی رہنما ہے۔

کامل مذہب کا ایک یہ کام بھی ہے۔ کہ وہ ایسے اصول بتائے۔ جو انسان کی زندگی کے تمدّنی شعبوں کی تنظیم کریں۔ اور جن پر عمل پیرا ہونے سے انتظام ملک۔ اور تہذیب پایۂ تکمیل کو پہنچیں۔ اور تمام دنیا میں امن و انتظام قائم ہوجائے۔ مسیح موعود علیہ السّلام نے اسلامی تعلیم کے اس شعبہ کو بھی بیان کیا۔ اور اس میں سے دنیا کے لئے وہ حیرت انگیز صداقتیں ظاہر کر دیں۔ جو اس میں چھپی ہوئی تھیں۔ اور اس تعلیم کے متعلق جو غلط فہمیاں تھیں انکی تصحیح کر دی۔

اسلام بادشاہ اور رعایا کے حقوق و فرائض۔ انصاف کی آزادی۔ انسان کے حقوق کا احترام۔ آقا اور نوکر کے تعلق اور انکے جھگڑوں کا طریق فیصلہ۔ ایک مسلمان شہری کے فرائض۔ غربا کے حقوق۔ اور مختلف مذاہب اور مختلف قوموں کے آپس میں تعلقات کی نسبت بڑی تفصیل سے بحث کرتا ہے۔

بادشاہ اور رعایا کے تعلقات کی بابت مسیح موعودؑ نے بیان کیا۔ کہ (۱) گورنمنٹ پبلک کی خادم ہوتی ہے۔ اور اسکو ہمیشہ اپنے آپ کو ایسا ہی خیال کرنا چاہیئے۔ آپؑ خود روحانی حکومت کے مالک تھے۔ اور آپؑ اپنے متعلق فرماتے ہیں۔ "میرے عله واسطے کرسی مت رکھو کیونکہ میں تو خدمت کے لئے کھڑا کیا گیا ہوں" ان چند الفاظ میں آپؑ نے حکومت کے دو بڑے اصولوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ ایک یہ کہ وہ جو حکومت کرنے کے لئے مقرر کیئے جاتے ہیں۔ وہ پبلک کے خادم ہوتے ہیں۔ اور یہ کہ اپنے فرض کی بجا آوری میں ان پر لازم ہے کہ وہ اپنا آرام قربان کردیں۔ اور اپنا تمام وقت رعایا کی خدمت میں صرف کر دیں۔ آپؑ یہ عربی ضرب المثل عموماً فرمایا کرتے تھے کہ دو قوم کا

عله منه کرسی از بہر ما کہ مامور یم خدمت را

سید القوم خادمہم

امیر قوم کا خادم ہوتا ہے" یعنی یا اس کا فرض ہے کہ وہ اپنے آرام کو قربان کرکے دوسروں کے آرام کیلئے ذرائع بہم پہنچائے۔ (۲) جیساکہ قرآن کہتا ہے ملک کا طرز حکومت ضروری ہے کہ رعایا کے مشورے کے ساتھ چلایا جائے۔ مسیح موعودؑ تمام امور میں اپنے پیرووں سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ اور اُن میں سے ہر ایک کو اپنی رائے دینے کی خوشی سے اجازت ہوتی تھی۔ گو بعض اوقات آپؑ اُن سے اختلاف رکھتے تھے۔ یا اس لئے کہ آپؑ کے پیرو مشورہ کی اہمیت کو سمجھیں۔ اس طرح آپؑ نے اس صحیح جمہوریت کی روح کو تازہ کیا جس کو دنیا میں سب سے پہلے پیش کرنے والا اسلام تھا۔ (۳) آپؑ نے یہ بتایا کہ حکومت کا یہ فرض ہے۔ کہ وہ ایسے قومی جھگڑوں کا ثالث ہوکر فیصلہ کرے۔ جن کی وجہ سے بدنظمی پیدا ہونیکا احتمال ہو۔ اور وہ امن عامہ میں خلل انداز ہوں۔ آپؑ اکثر قومی فسادات کی طرف گورنمنٹ کو متوجہ فرمایا کرتے تھے۔ اور آپؑ نے ان کو فرو کرنے اور امن عامہ اور ضبط برقرار رکھنے کی غرض سے گورنمنٹ کو ثالثوں کے ذریعہ جھگڑے کے امور کو بحث میں لاکر فیصلہ کرنے کی تجویز پیش کی۔ لیکن آپؑ کبھی بھی ضمیر کی آزادی یا لوگوں کے حقوق میں کسی قسم کی دخل اندازی پسند نہیں فرماتے تھے۔ واقعہ میں اسلام افراد کے حقوق کا اس حد تک احترام کرتا ہے۔ کہ وہ حکومت کو حکم دیتا ہے کہ ایک مزدور کو اس کے کام کی پوری پوری اُجرت دینا اس پر فرض ہے۔

جہاں ایک طرف مسیح موعودؑ نے غرباء کے حقوق پر خاص زور دیا۔ اور تعلیم دی کہ ہمیں اُنکو اپنے بھائی خیال کرنا چاہیئے۔ دوسری طرف آپؑ نے یہ بھی سکھایا کہ ایک آدمی کو اپنے اُسکو اُس سے محروم نہیں کر دینا چاہیئے۔ جو اس نے اپنے قویٰ کو استعمال کرکے حاصل کیا۔ آپؑ سمجھتے تھے کہ مقابلہ کی روح جو کہ قوتوں یا قابلیتوں میں اختلاف کا نتیجہ ہے۔ دنیا کی ترقی کے لئے ضروری ہے۔ لیکن دوسری طرف امراء پر واجب قرار دیا۔ کہ وہ ایک خاص حصہ اپنے اموال کا جو کہ اسلام نے مقرر کر دیا ہے۔ حکومت کے سپرد کریں۔ جسے حکومت غرباء کی بہبودی میں صرف کرے۔ اور انہیں اپنی ذاتی خواہشات کو پورا کرنے کی بجائے فاضلہ روپیہ ایسے کاموں میں لگانا چاہیئے۔ جو عوام کے لئے نفع رساں ہوں۔ یا یوں کہو اُن کو اس سرور کے مقابلہ میں جو دولت کے اکٹھا کرنے میں حاصل ہوتا ہے۔ اُس سرور کو ترجیح دینی چاہیئے جو اسکو بانٹ دینے سے حاصل ہو۔ اس لحاظ سے اسلام کی تعلیم بے نظیر ہے۔ اسلام پرائیویٹ ملکیت مال کے اصول کا حامی ہے۔ لیکن وہ یہ بھی سمجھتا ہے کہ کوئی شخص بغیر ان سرچشموں کی امداد کے جو تمام انسانوں کی یکساں ملکیت ہیں امیر نہیں ہو سکتا۔ اور اسواسطے اسلام صاف طور پر حکم دیتا ہے۔ کہ امراء کی دولت کا ایک خاص حصہ علیحدہ کر لیا جائے اور وہ حکومت کی معرفت غرباء کی بہبودی کے لئے بطور اس امداد کے معاوضے کے خرچ ہو جائے۔ جو تمام ایسے منبعوں سے حاصل کی گئی تھی۔ اسلام حکومت کو یہ فرض قرار دیتا ہے۔ کہ وہ غرباء کو ان کی ضروریات زندگی اور ذرائع تعلیم بہم پہنچائے۔

ملکوں کے باہمی تعلقات کے متعلق آپ نے بیان کیا۔ کہ وہ کبھی اطمینان بخش بنا پر قائم نہیں ہو سکتے۔ جب تک کہ یہ نہ سمجھ لیا جائے۔ کہ اقوام اور حکومتیں بھی ایسے ہی اخلاق کی پابند ہیں۔ جیسے کہ افراد واقعہ میں قومی فسادوں کی کثرت اس تمام غلط اصول کا نتیجہ ہے۔ کہ حکومتوں کو اُن اخلاق پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت نہیں ہے جو ایک فرد کے لئے ضروری ہیں۔

دنیا کے امن کے لئے آپ اسکو بھی ضروری خیال فرماتے تھے۔ کہ ہر ایک حکومت کی رعایا اپنی حکومت سے تعاون کرے۔ لوگوں کو اپنے حقوق کے مطالبہ یا ان کی حفاظت کے لئے تدابیر کرنیکے خلاف کسی قسم کا اعتراض نہیں ہو سکتا۔ لیکن ایسا کرنے میں انہیں ایسی روش اختیار نہیں کرنی چاہیئے۔ جو امن عامہ میں نقص پیدا کرنے والی ہو۔ یا گورنمنٹ کی طاقت کو صدمہ پہنچانے والی ہو۔ یا جو اخلاقی نقطہ نگاہ سے قابلِ اعتراض ہو۔

پھر آپ یہ سمجھتے تھے۔ کہ تاوقتیکہ ایسے لوگ دنیا میں موجود ہیں جو سچے دل سے کسی مذہب کے معتقد ہیں مذہبی اختلافات لامحالہ پیدا ہونگے۔ اس لئے آپ کا دعوٰی تھا۔ کہ دنیا میں امن لانے کے لئے خدا نے آپکو بھیجا ہے تا انسان آپ کی معرفت انجام کار ایک ہی مذہب کے نیچے جمع ہو جائیں۔ اور اس طرح ظاہری اور باطنی امن قائم ہو جائے۔ موجودہ حالات کے سنوارنے کیلئے آپ نے مندرجہ ذیل تجاویز کیں۔

۱۔ مختلف مذاہب کے بانیوں یا لیڈروں کو اس طریقہ سے یاد نہ کیا جائے۔ جو انکے پیروؤں کے احساسات کو صدمہ پہنچائے۔

۲۔ مذہب کی تبلیغ میں ہر ایک مذاہب کے مبلغ کو اپنے مذہب کی صرف خوبیاں بیان کرنے تک محدود رہنا چاہیئے۔ اور کسی دوسرے مذہب پر حملہ نہیں کرنا چاہیئے۔ دوسرے مذاہب کے نقص بیان کر دینا کسی کے اپنے مذہب کی صداقت کی دلیل نہیں۔ مذہب کی صداقت صرف اپنی خوبیوں کے ظاہر ہونے سے معلوم ہو سکتی ہے۔ نہ کہ دوسرے مذاہب کے نقائص کے بیان سے۔

۳۔ کسی مذہب کے پیروؤں کو اپنے مذہب کی طرف ایسا مسئلہ یا تعلیم منسوب نہیں کرنی چاہیئے۔ جس کا ان کے نوشتوں سے براہِ راست استنباط نہیں کیا جا سکتا۔ دعوٰی اور دلیل ہر دو مذہب کو اپنی الہامی کتاب سے پیش کرنے چاہیئیں۔ اس اصل کی سختی سے پابندی کے بغیر کسی مذہب کی خوبیوں کے متعلق صحیح فیصلہ کرنا غیر ممکن ہے۔ کیونکہ ایسی قید کی غیر موجودگی میں دنیا یہ معلوم نہیں کر سکتی کہ وہ تعلیم جو کسی مذہب کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ وہ خود اس کے نوشتوں سے لی گئی ہے یا وہ دوسرے مذاہب کے مطالعہ سے حاصل کر لی گئی ہے یا وہ زمانے کے موجودہ رویہ خیال سے نکال لی گئی ہے۔

۴۔ مختلف مذاہب کے حامیوں کو چاہیئے۔ کہ وہ اپنے مذہب کی تعلیم کو مجمل بیان تک محدود نہ رکھیں۔ بلکہ

اس پر تجربہ کر کے وہ نتائج واضح کرنے چاہئیں۔ جو اس پر عمل پیرا ہونے سے حاصل ہوتے ہیں۔ تا لوگ فیصلہ کر سکیں کہ وہ تعلیم کسی نتیجہ پر لیجاتی ہے یا نہیں۔

حیات بعد الموت

جب سے کہ انسان پیدا کیا گیا ہے وہ موت کے بعد ایک زندگی کا معتقد چلا آیا ہے۔ اور ہر ایک مذہب نے انسان کی زندگی کا علم دیا ہے۔

پہلا سوال جو اس امر کے متعلق ہے وہ یہ ہے کہ موت کے بعد زندگی کس طرح ظہور پذیر ہوگی۔ اس کا جواب جو مسیح موعودؑ نے دیا یہ تھا کہ زندگی بعد الموت میں انسان مادی جسم کے ساتھ نہیں ہوگا۔ کیونکہ حشر جسم کا نہیں بلکہ روح کا ہوگا۔ مادی جسم صرف اس دنیا کے لئے ہے۔ اور یہاں ہی ختم ہو جائیگا۔ اگلے جہان میں روح کو ایک روحانی جسم دیا جائیگا۔ جو روحانی سرور اور روحانی تکلیف کی حس رکھے گا۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ موت کے بعد زندگی کب شروع ہوگی۔ اس کا جواب جو مسیح موعودؑ نے دیا یہ تھا کہ موت کے بعد زندگی معاً موت کے بعد شروع ہو جاتی ہے۔ نہ کہ ہزارہا سال کے وقفہ کے بعد کسی مقررہ دن پر۔ بلکہ یہ زندگی تین درجوں پر منقسم ہے۔ پہلا درجہ قبر کا درجہ کہلاتا ہے۔ اور اس کی انسان کی زندگی کے اس درجہ سے مشابہت ہے۔ جو کہ رحم میں گذرتی ہے۔ اس درجہ میں روح کئی صوری تبدیلیوں کے نیچے گذرتی ہے۔ اور اس کی نئی طاقتیں اور قویٰ نشو و نما پانے لگتے ہیں۔ حتیٰ کہ رحم میں ایک بچہ کی طرح جس کی روح ایک خاص حد تک نمو حاصل کر لیتی ہے۔ وہ ایک اور روح میں جگہ پا لیتی ہے۔ اور خود اس نئی روح کے لئے جسم کا کام دینے لگ جاتی ہے یا یوں کہو کہ روح ایک نئی پیدائش حاصل کرتی ہے۔ اور دوسرا درجہ شروع ہوتا ہے۔ جس کو حشر (قیامت) کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اور جس کو بچہ کی ولادت سے مشابہت دی جا سکتی ہے۔ اور اس درجہ میں روح دوسری زندگی کی حالتوں کا مشاہدہ کرنے لگتی ہے۔ لیکن ابھی اس کا ان حالتوں کا احساس بچہ کی طرح غیر مکمل ہوتا ہے۔ جب یہ درجہ ختم ہو جاتا ہے تو تیسرا درجہ شروع ہوتا ہے۔ جسے ایک بچہ کی بلوغت سے مشابہت دیجا سکتی ہے۔ اس درجہ میں روح زندگی بعد الموت کی حالتوں کو پورے طور پر محسوس کرنے کے قابل ہو جاتی ہے۔ اور تب وہ بہشت یا دوزخ میں رکھ دیجاتی ہے۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ بہشت و دوزخ کی کیا حقیقت ہے۔ آپ کا جواب یہ تھا۔ بہشت و دوزخ دونو ایک وجود کے دو پہلو ہیں۔ جن میں آدمی موت سے قبل کی زندگی کے مطابق سرور و غم کا مشاہدہ کرتا ہے۔ یہ مادی نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ ہمارے مادی اجسام سے محسوس نہیں کیئے جا سکتے۔ نہ ہی انہیں کلّی طور پر غیر مادی کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اس زندگی میں بھی آدمی ایک روحانی جسم رکھیگا۔ جو اسکی نئی ترقی یافتہ روح کے لئے جسم کا کام دیگا۔ اس لئے

زندگی بعد الموت کے سرور اور غم اُس روحانی جسم کے اُن قویٰ کے مطابق ہونگے جو انسان کو اس زندگی میں دیئے جائینگے۔

چوتھا سوال یہ ہے کہ کیا بہشت و دوزخ ابدی ہیں یا ایک مقررہ میعاد تک۔ آپؑ کا جواب یہ تھا۔ کہ روح کو ابدی زندگی دی جائیگی۔ اور بہشت انسان کے لئے لامحدود ترقی کے دروازے کھولیگا۔ لیکن چونکہ انسان کو کامل کرنیکی غرض سے پیدا کیا گیا ہے۔ اس لئے دوزخ کی سزا ابدی نہیں ہوگی۔ کیونکہ اگر دوزخ ابدی ہو تو انسان کی پیدائش کی غرض باطل ہوتی ہے۔ اس لئے کہ بعض لوگ ہمیشہ کے لئے غیر مکمل حالت میں رہینگے۔ اصل بات یہ ہے کہ دوزخ ایک ہسپتال کی مثال ہے۔ جہاں انسان اُن روحانی امراض سے صحت یاب کیا جاتا ہے۔ جو اسکو اس دنیا کے اعمال کے نتیجے میں لاحق ہو گئیں۔ اور جن کی وجہ سے وہ بہشت کے سرور کا حظ اُٹھانے کے ناقابل ہو گیا تھا۔

مختصر یہ کہ مسیح موعودؑ نے اسلام کے ہر پہلو کی اُن تمام غلطیوں کو دُور کر دیا جو اس میں داخل ہو گئی تھیں۔ اور دنیا کے سامنے قرآن کی اصل تعلیم پیش کی۔ جس میں کسی نقص کا امکان نہیں ہو سکتا۔

مسیح موعودؑ کی صداقت کا ثبوت (۱۸)

اس جگہ جائز طور پر ایک سوال کیا جا سکتا ہے کہ مسیح موعودؑ کی صداقت کے ذاتی ثبوت کیا ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مسیح موعودؑ کے لئے تمام وہ ثبوت موجود ہیں جن سے گذشتہ انبیاءؑ کی صداقت منوائی جاتی تھی۔ اور آپؑ نے وہ تمام معجزات دکھائے جو پہلے انبیاءؑ نے دکھائے تھے۔

ایک نبی کی صداقت کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ اس کی اپنی زندگی کمال درجہ کی خالص اور پاک ہو۔ اس سے میری یہ مراد نہیں کہ صرف لوگوں کو اس کے عیوب کا علم نہ ہو۔ کیونکہ ہزارہا لوگ ایسے ہونگے جن کے متعلق کوئی بدی ثابت نہیں کی جا سکتی۔ بلکہ میری مراد ایسی نیکی ہے جس کی لوگ شہادت دیں۔ اور جس کی بناء پر وثوق سے نہ صرف یہ اقرار ہو سکے کہ وہ شخص کبھی کسی بدی کا مرتکب نہیں ہوا۔ بلکہ یہ کہ اس سے کسی بدی کا سرزد ہونا ممکن ہی نہیں یسوع مسیح اپنی صداقت کے ثبوت میں فرماتے ہیں: "کون تم میں سے مجھ پر گناہ ثابت کر سکتا ہے۔ اور اگر میں سچ کہتا ہوں تو تم مجھ پر ایمان کیوں نہیں لاتے" (یوحنا ۸ ۴۶) اس سے مسیحؑ کی صرف یہ مراد نہیں تھی کہ میری نسبت کوئی جھوٹ ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ یہ تھی کہ تم خوب جانتے ہو کہ میری زندگی ایسی ہے۔ کہ ایسی بات کا کہنا میرے لئے ناممکن ہے جو سچی نہ ہو۔

مسیح موعودؑ نے اس سے زیادہ صاف اور زیادہ پُر زور دعویٰ فرمایا ہے۔ خدا نے آپکو کہا کہ اپنے دشمنوں سے پوچھ کہ میری تمام زندگی کو دیکھتے ہوئے بھی تم کیوں مجھے ملحد کہنے سے نہیں رُکتے۔ اور پھر تنبیہ کے طور پر خدا فرماتا ہے "انہیں کیا ہو گیا ہے کہ یہ لوگ تجھے دیکھتے ہیں اور پھر بھی دیکھنے کے لئے آنکھیں نہیں رکھتے" یعنی تیری زندگی کی حیرت انگیز پاکیزگی کو دیکھتے ہوئے یہ کس طرح تیرے دعویٰ میں شک کرتے ہیں۔

اس وحی کے موافق مسیح موعودؑ نے اپنے دشمنوں کو ایک چیلنج دیا لیکن کسی کو آگے بڑھنے کی ہمت نہ ہوئی اور آپکے اشد ترین دشمنوں نے بھی اقرار کیا کہ آپکی زندگی برابر نیکی اور پاکیزگی سے مملو تھی۔ آپکے سب سے بڑے دشمن مولوی محمد حسین بٹالوی جس نے آپکے خلاف علماء سے فتویٰ کفر حاصل کرنے کیلئے تمام ہندوستان کا دورہ کیا۔ اور جس نے گورنمنٹ اور لوگوں کو آپکے خلاف اکسانے میں تمام انسانی اخلاق کو بالائے طاق رکھ دیا اپنے رسالے اشاعۃ السنہ میں آپکے متعلق لکھتا ہے۔ "میں اس کو (یعنی مسیح موعودؑ کو) بچپن سے جانتا ہوں۔ اس نے اپنے وقت سے۔ مال سے۔ قلم سے۔ زبان سے۔ اور اپنے نمونے سے ایسے استقلال سے اسلام کی امداد اور خدمت کی ہے۔ کہ اسکی مثال اس اسلام کی آخری تیرھویں صدی میں ملنی ناممکن ہے" یہ زندگی اور اخلاق کی بے مثال پاکیزگی آپکے دعویٰ کی صداقت کی ایک زبردست دلیل ہے۔

آپکے دعویٰ کی صداقت کا ایک اور زبردست ثبوت یہ ہے کہ تمام الہامی کتب اس بات پر متفق ہیں کہ ایک کاذب کبھی ترقی نہیں پا سکتا۔ انجیل کہتی ہے۔ "لیکن وہ نبی جو میرے نام پر کوئی لفظ ایسا کہیگا جو میں نے اسے کہنے کا حکم نہیں دیا۔ یا وہ دوسرے خداؤں کے نام پر بات کریگا تو وہ نبی بھی مارا جائیگا"

ایسے ہی قرآن کریم بھی فرماتا ہے۔ "ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین۔ (۹۱)
"اگر وہ اپنی کسی بات کو ہماری طرف منسوب کرے جو ہم نے اسے نہیں کہی تو ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیں اور اسکی رگ جان کاٹ دیں" یہ آیات بتاتی ہیں کہ اگر ایک آدمی کچھ اقوال خود بنالے اور پھر دنیا کے سامنے انکو خدا کی طرف سے آئی ہوئی وحی کے نام سے پیش کرے۔ تو وہ کبھی ترقی نہیں پا سکتا اور قبل اسکے کہ اسکی تحریک دنیا میں مضبوط قدم پکڑلے وہ اکھاڑ کر پھینک دیا جاتا ہے۔

اس کسوٹی سے مسیح موعودؑ کے دعویٰ کو دیکھ کر ہمیں آپؑ کی صداقت کا یقین ہو جاتا ہے۔ کیونکہ آپنے پہلی وحی کا دعویٰ چالیس سال کی عمر میں کیا۔ اور اس دعویٰ کی اشاعت کے بعد چونتیس یا پنتیس سال زندہ رہے۔ آپکو ایک بڑھتی ہوئی جماعت دی گئی۔ اور آپ عام عرصۂ زندگی سے زیادہ زندہ رہے۔

بہنو اور بھائیو! کیا عقل یہ تسلیم کر سکتی ہے۔ کہ وہ زندہ خدا ایک شخص کو عمداً اجازت دے۔ کہ وہ کچھ اقوال خود بنائے اور ان کو خدا کی طرف سے آئی ہوئی وحی کہکر لوگوں میں شائع کرے۔ اور وہ اس طرح بلا روک بغیر سزا پائے کے مخلوق کو گمراہی کی طرف لیجائے۔ اگر ایسا ہو تو پھر ایمان کی کونسی حفاظت ہو سکتی ہے۔ اور نیکی کا بچاؤ کیسے کیا جا سکتا ہے۔

پھر آپکے دعویٰ کے ثبوت میں وہ حیرت انگیز نشان بیان کیئے جا سکتے ہیں۔ جو خدا نے آپکے ہاتھوں پر اسی طرح ظاہر کیئے۔ جسطرح کہ پہلے نبیوں کے ہاتھوں پر وہ ظاہر کیا کرتا تھا۔ یہ نشان لاکھوں کی تعداد میں ہیں لیکن میں

تحفۂ امیر افغانستان

یہاں مثال کے طور پر صرف چند اُن میں سے پیش کرتا ہوں جن کے ثبوت کے لئے کسی ظاہری شہادت کی ضرورت نہیں پہلی مثال میں آپ کے علمی معجزہ کی لیتا ہوں۔ باوجود اس بات کے کہ آپ پنجاب کے ایک چھوٹے سے غیر معروف گاؤں کے باشندے تھے اور کبھی کسی سکول یا مکتب میں نہیں بیٹھے تھے آپ نے یہ اعلان کیا کہ خدا نے مجھ کو عربی زبان کا غیر معمولی علم اور کامل ملکہ عطا کیا ہے جس کا وہ لوگ بھی مقابلہ نہیں کر سکتے جن کی مادری زبان عربی ہے۔ اس اعلان کے مطابق آپ نے عربی زبان میں کئی کتابیں لکھیں اور شائع کیں اور اپنے مخالفین کو جن میں عرب۔ مصر اور سیریا کے لوگ بھی شامل تھے چیلنج دیا کہ اگر تم کو میرے دعویٰ کی صداقت پر شک ہے تو تم بھی عربی کی ایسی کتابیں لکھ کے دکھاؤ جو علمی طرز۔ فصاحت۔ حسن انشاء اور بلاغت کے نقطۂ خیال سے میری کتابوں کا مقابلہ کر سکیں۔ لیکن آج تک کسی کو یہ چیلنج قبول کرنیکی ہمت نہیں پڑی۔

پھر آپ کی پیشگوئیاں ہیں جو آپ نے اپنے مشن اور انجام کار اپنی فتح کے متعلق شائع کیں اور جو ایسے طور پر پوری ہوئیں کہ انسان کے ذہن میں نہیں آسکتا۔ جب آپ نے اپنا دعویٰ شائع کیا تو آپ بالکل گمنام تھے۔ اس میں شک نہیں کہ آپ ایک معزز خاندان سے تھے۔ لیکن جدی جائیداد کا بڑا حصہ آپ کے والد کی وفات کے وقت ضائع ہو چکا تھا قادیان جو آپ کا مسکن تھا ایک چھوٹا سا اور گمنام گاؤں تھا۔ اس گاؤں میں خلوت کی زندگی بسر کرتے ہوئے آپ نے اعلان کیا۔ کہ خدا نے مجھے خبر دی ہے۔ کہ وہ میرے نام کو عزت دیگا اور میرے سلسلے کو پھیلائیگا اور وہ لوگوں کے دلوں میں میری ایسی محبت ڈالدیگا۔ کہ بہت سے لوگ اپنے وطن چھوڑ کر چلے آوینگے۔ اور قادیان میں ہی بود و باش اختیار کرینگے اور (۲۰) یہ کہ میرے دشمن نیست و نابود کر دیئے جائینگے اور میرے ماننے والوں کی تعداد تمام ممالک میں بڑھتی چلی جائے گی حتیٰ کہ تین صدیوں کے اندر اندر بنی آدم کا کثیر حصہ میری جماعت میں داخل ہو جائیگا۔ آپ نے یہ پیشگوئیاں اس وقت کیں جبکہ آپ کا ایک مرید بھی نہ تھا۔ اور گورنمنٹ اور رعایا ہر دو آپ کے مخالف تھے۔ ایک شخص ان پیشگوئیوں کے پورا ہونیکی صحیح اہمیت کا اندازہ نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ وہ ان وجوہات کو نہ دیکھے جو عموماً کسی مذہب کی ترقی کا باعث ہو سکتی ہیں۔ اور ان مشکلات پر نظر نہ کرے جو احمدیت کو درپیش تھیں اور ابھی تک ہیں۔

وہ اسباب جو عام طور پر کسی مذہب کی کامیابی کے ممد ہو سکتے ہیں یہ ہیں:۔ اوّل۔ وہ مذہب ایسے لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے۔ جو پہلے کسی مذہب کے معتقد نہ ہوں۔ دوم۔ اسکو ایسے لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے۔ جو پیری مریدی کے شدائد سے تنگ آگئے ہوں۔ سوم۔ اس کی رائج الوقت خیالات سے مطابقت ہو۔ چہارم۔ یہ امر کہ اس مذہب کا بانی پہلے ہی قوم میں کوئی ممتاز حیثیت رکھتا ہو۔ یا وہ ایسے خاندان سے ہو جو بوجہ اپنی دینداری کے لوگوں کی نظروں میں محترم ہو۔ پنجم۔ یہ کہ اس مذہب کی جائے پیدائش کوئی بڑا پایۂ تخت ہو۔ ششم۔ یہ امر کہ لوگوں کو اس کی پیروی میں کوئی دنیوی فوائد کے حصول کی اُمید ہو۔ ہفتم۔ اپنی شریعت کے قوانین پر وہ سختی سے پابندی نہ کرواتا ہو۔ ہشتم۔ وہ ایسی رسوم و عادات کی تائید کرے جو اسکے پیروؤں کو اس کی

تعلیم کا صحیح اندازہ کرنے سے روکیں۔

مسیح موعودؑ ایسی حالت میں نہ تھے کہ آپؑ نے ان اسباب میں سے کسی سے بھی فائدہ اُٹھایا ہو۔ آپؑ کے مخاطب وہ لوگ تھے جو پہلے آپکو پہلے ہی کسی مذہب کی طرف منسوب کرتے تھے اور وہ اپنے اپنے مذہب کے کامل ہونے پر فخر کرتے تھے۔

دوئم۔ جیسا کہ پیری مریدی کا سلسلہ عموماً لوگوں کے اوپر اپنے اختیارات کھو چکا تھا۔ مختلف مذاہب کے لوگ اپنے اپنے مذہب پر پوری طور سے مطمئن تھے۔

سوئم۔ آپؑ کی تعلیم رائج الوقت خیالات کے خلاف تھی۔

چہارم۔ آپؑ اپنے دعوے سے پہلے قوم میں کوئی ممتاز حیثیت نہ رکھتے تھے۔ نہ ہی آپؑ ایسے خاندان سے تھے جسکو لوگ اسکی گذشتہ دینداری کی وجہ سے عزت کی نظر سے دیکھتے ہوں۔ یا جسکے متعلق کسی دینداری یا روحانیت کی اُمیدیں لوگوں کے دلوں میں موجزن ہوں۔

پنجم۔ آپؑ ایک ایسے صوبے کے چھوٹے اور ایک گمنام گاؤں میں بستے تھے۔ جس میں کوئی تمدنی۔ عقلی۔ تاریخی یا مذہبی کشش کی بات نہ تھی۔

ششم۔ آپؑ ہر قسم کی پولیٹیکل تحریک سے الگ رہتے تھے۔ اور وہ لوگ جو آپؑ کے پیرو بنے انہیں کسی دنیوی فائدہ کی اُمید نہیں ہو سکتی تھی۔ بلکہ برخلاف اسکے انکو کئی قسم کی قربانیاں کرنی پڑتی تھیں۔ اور انکو کئی مصائب کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔

ہفتم۔ آپؑ اپنی پیروؤں کی زندگیوں میں ایک مکمل تبدیلی کرنا چاہتے تھے۔ اور صرف زبانی اقراروں سے مطمئن نہیں ہوتے تھے۔ گویا صرف نام کا مرید بن جانا قبول نہیں ہوتا تھا۔

ہشتم۔ آپؑ نے کبھی کسی ایسی چال کو اختیار نہیں کیا۔ جس کے استعمال سے لوگوں میں قبولیت حاصل کیجائے اس لئے باوجود ان باتوں کے وہ ترقی جو آپؑ کے سلسلے نے کی۔ آپؑ کی قبل از وقت شائع شدہ پیشگوئیوں کے موافق آپکی صداقت کا آخری ثبوت ہے۔

ان تمام مشکلات کے ہوتے ہوئے ایسی پیشگوئیوں کی اشاعت کرنا جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ ظاہر کرتا ہے کہ بلحاظ ان حالات کے جن میں یہ پیشگوئیاں شائع کی گئیں۔ وہ خارق عادت تھیں۔ اور اگر ہمیں یہ یقین ہو جائے کہ وہ پوری ہو گئیں۔ تو یہ ہمارے لئے آپکی صداقت کا نہایت زبردست ثبوت ہے۔ ان پیشگوئیوں میں سے اکثر پوری ہو چکی ہیں۔ اور جو باقی ہیں۔ وہ اپنے وقت پر پوری ہونیوالی ہیں۔ قادیان جو اس وقت ایک گمنام گاؤں تھا۔ اب تمام دنیا میں مشہور ہے۔ وہ جو صدی کا ثلث پہلے تنہا تھا۔ اب تمام ملکوں میں اور تمام اقوام میں اپنے پیرو ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ جو ہر فرقہ اور نسل سے کھنچے چلے آئے ہیں۔ آپؑ کا نام بلند کیا گیا اور آپؑ کے دشمن بھی اس کو احترام سے یاد کرتے ہیں۔ آپؑ نے اسلام کو دوبارہ ایسا زندہ کیا کہ آج کسی مذہب

یا کسی تحریک کے حامل اپنی خوبیاں دکھا کے اسلام کو شرمندہ نہیں کر سکتے ہیں۔ اور اسلام آج تمام دنیا کے مذاہب میں عزت اور جلال کے ساتھ اپنا سر اُٹھاتا ہے۔ احمدیہ مشن قائم ہو رہے ہیں۔ اور احمدی جماعت کے لوگ دنیا کے تمام حِصّوں میں مل سکتے ہیں۔ مسیح موعودؑ کی صداقت خدا کے زبردست نشانوں کے ذریعے قائم ہو رہی ہے۔ قادیان اب ہر ملک سے زائرین کا مرجع ہے۔ ایک ہزار پانچسو سے اوپر آدمی دنیا کے مختلف حصّوں سے وہاں جاکر آباد ہو چکے ہیں۔ تقریباً تین سو سے زیادہ مہمان روزانہ مسیح موعودؑ کے دسترخوان پر کھانا کھاتے ہیں۔

کیا دنیا میں کسی سلسلے کی ایک بھی ایسی مثال ہے۔ جس نے ان مشکلات اور ان حالات میں جن کی اوپر تفصیل کی گئی ہے۔ ایسی تیز اور حیرت انگیز ترقی کی ہو۔ اور جس کی ترقی کی اسکے بانی نے ایسی صاف صاف پہلے سے خبر دی ہو۔ مذاہب نے ترقیات حاصل کی ہیں۔ اور ان کو مشکلات سے لڑنا پڑا ہے۔ لیکن ان میں سے ایک کو بھی خواہ وہ سچّا ہو یا جھوٹا ایسی مشکلات میں جن کا اس سلسلہ کو سامنا کرنا پڑا۔ ایسی کامیابی کبھی حاصل نہیں ہوئی جیسی کہ سلسلہ احمدیہ نے حاصل کی۔ سلسلہ ابھی اپنی طفولیّت میں ہے۔ اور وہ جو اس وقت تک حاصل کیا گیا ہے۔ صرف اس کا سایہ ہے جو آگے آرہا ہے۔

علاوہ بریں مسیح موعودؑ نے لکھو کھا ایسے نشانات دکھلائے۔ کہ مردے زندہ کیئے گئے۔ بہرے سُننے لگے اندھے دیکھنے لگے۔ لنگڑے چلنے لگے۔ مجذوم چنگے کیئے گئے۔ اور وہ جنکے حواس ٹھیک نہ تھے۔ تندرست کیئے گئے۔ اور وہ خدا کے سامنے عاجز بچوں کی طرح ہو گئے۔

آپنے جنگ عظیم۔ زار کے مصائب۔ ترکوں کی شکست۔ انفلوئنزا کا پھوٹ نکلنا۔ زلزلوں کی کثرت اور بہت سے اور حادثات کی پہلے سے خبر دی۔ جو تمام اپنے مقررہ وقت پر پورے ہو چکے ہیں۔ ایک طرح سے خود یہ کانفرنس آپکی پیشگوئیوں میں سے ایک پیشگوئی کو پورا کرتی ہے۔ ۱۸۹۲ء میں آپنے اپنی کتاب ازالہ اوہام شائع کی۔ جس میں آپنے اپنی ایک رؤیا بیان کی۔ جس میں آپنے دیکھا۔ کہ آپ لنڈن میں ایک سٹیج پر کھڑے ہیں۔ اور اسلام پر ایک تقریر فرما رہے ہیں۔ اور بعد ازاں آپنے چند پرندے پکڑے۔ آپنے اس کی یہ تعبیر کی۔ کہ آپکی تعلیم کی لنڈن میں تبلیغ کی جائیگی۔ اور آپکی معرفت لوگ اسلام میں داخل ہونگے۔

مضمون ختم کرنے سے پہلے مَیں یہ کہدینا چاہتا ہوں۔ چونکہ بعض لوگوں کو روایت پر خواہ اسکے ثبوت کے لئے کتنی ہی قاطع شہادت کیوں نہ ہو۔ کبھی اطمینان نہیں ہوتا۔ اس لئے خدا نے ایسے لوگوں کی تسلّی اور یقین کے لئے بھی ذرائع مہیّا کئے ہیں۔ ان میں سے ایک جیسا کہ مسیح موعودؑ نے بیان فرمایا یہ ہے۔ کہ ایسا شخص مسلسل چالیس روز تک دل کو تعصّب سے بالکل خالی کر کے ہر روز سونے سے قبل خدا سے بصدق دل ذیل دعا کرے۔ ”اے خدا۔ یہ شخص جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ خدا نے مجھے اس غرض کیلئے بھیجا ہے کہ دین الٰہی اسلام کو

اس کی صحیح شکل میں پیش کرکے۔ اور اسطرح لوگوں کو اس کے قبول کرنیکی ترغیب دلا کر دنیا میں اس کو برقرار کروں۔ اگر واقعی تیرا بھیجا ہُوا ہے۔ تب مَیں جو بوجہ حالات سے لاعلمی کے اس کی صداقت کے متعلق صحیح فیصلہ کرنیکے ناقابل ہوں۔ تجھ سے التجا کرتا ہوں۔ کہ اے برحق! جو تمام صداقتوں کا سرچشمہ ہے۔ اور اے ہادی! جو تمام ہدایتوں کا منبع ہے۔ اور اے رحیم! جو اپنی مخلوق کو تکلیف میں دیکھنا گوارا نہیں کر سکتا۔ تُو مجھ پر اس کی صداقت روشن کر دے۔"

اگر ایک شخص چالیس دن اسطرح سچے دل سے دُعا کرتا رہے۔ تو خدا یقیناً اس چالیس روز کے عرصہ کے اندر اندر اس کا دل صداقت کے لئے کھول دیگا۔ اور مسیح موعودؑ کی صداقت کے لئے اُسے کوئی نشان دکھا دیگا۔ چونکہ یہ اطمینان کرنیکا ایک ایسا طریقہ ہے۔ جو کہ تمام تر خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اور دُعا کے جواب میں ہے یقیناً ایک تلاش کرنے والے کے دل کو کامل یقین اور ایمان کی طرف لیجائیگا۔

مَیں مغرب میں سچ سے پیار کرنے والوں سے امید کرتا ہوں۔ کہ وہ اس نہایت ہی ضروری امر کے فیصلہ کرنے کے لئے اس معقول اور درست طریق کو خوشی سے اختیار کرینگے۔ کیونکہ ایسی صورت میں اس شبہ کی گنجائش نہیں ہو سکتی کہ ایک شخص کا دل دوسرے آدمی کی خوش کلامی یا ہوشیاری سے مرعوب ہو گیا۔ کیونکہ یہ ایک اپیل ہے جو مخلوق کی طرف سے اپنے خالق کی خدمت میں کی گئی ہے۔ اور اس کا (۲۲۳)
فیصلہ اس ارحم الراحمین منصف کے ہاتھ میں ہے۔ جس کے فیصلہ کے بعد اور کوئی زیادہ سچا اور زیادہ معقول فیصلہ نہیں۔

مختلف مذاہب کے قائم مقاموں (لیڈروں) کے لئے آپؑ نے ایک اور طریقہ پیش کیا۔ وہ یہ کہ بیس آدمی جو مہلک امراض میں مبتلا ہوں۔ تجربہ کیلئے چُن لئے جائیں۔ پھر وہ قرعہ اندازی سے آپؑ کے اور کسی ایک مذہب کے وکیل کے درمیان تقسیم کر دیئے جائیں۔ اور پھر وہ دونو اپنے اپنے حصہ کے مریضوں کی صحت کیلئے دعا کریں۔ آپؑ کا دعویٰ تھا۔ کہ اگر یہ طریق فیصلہ اختیار کیا جائے۔ تو آپؑ کو اپنے مخالف پر یقیناً کُھلی کُھلی ایسی فتح دیجائیگی۔ کہ دُنیا اس اقرار کیلئے مجبور ہو جائیگی۔ کہ آپؑ کے ساتھ خدا کی نصرت کا ہاتھ تھا۔

لیکن یہ سوال ہو سکتا ہے۔ کہ مسیح موعودؑ تو وفات پا چکے ہیں۔ اب اس طریق کو استعمال کرکے آپؑ کے دعاوی کے متعلق فیصلہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ اسکے جواب میں مَیں یہ مزید بتا دیتا ہوں۔ کہ نبی ایک نمائش کیلئے نہیں بھیجا جاتا۔ وہ تمام دُنیا کے لئے رحمت ہوتا ہے اور نہ صرف خوشی کی خبر کا بلکہ فیوض و برکات کا لانیوالا ہوتا ہے۔ آپؑ کی صداقت کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ آپؑ نے اپنے بعد ایک ایسی جماعت چھوڑی۔ جس کی معرفت خدا اب بھی اپنے نشان ظاہر کرتا ہے۔ پس اگر ایک ایسی قوم جسکے حق کو قبول کرنے سے حق کی مزید اشاعت

ہو سکتی ہو۔ نشان دیکھنا چاہتی ہے۔ تو گو مسیح موعودؑ وفات پا چکے ہیں۔ مجھے کامل یقین ہے۔ کہ خدا آپؑ کے پیروؤں کے ہاتھوں پر ایسا نشان دکھا دیگا۔ کیونکہ وہ اپنے چاکروں سے شفقت کرنے والا ہے۔ اور ہمیشہ ان کو تاریکی سے روشنی کی طرف لیجانا پسند کرتا ہے۔ احمدیت کے ان اصولوں کی اس ضروری کیفیت کے بیان کر دینے کے بعد مَیں ان کو جو موجود ہیں اور ان کی معرفت ان تمام کو جو مشرق اور مغرب میں رہتے ہیں۔ یہ پیغام پہنچا دینا چاہتا ہوں۔ بہنو اور بھائیو! خدا کی روشنی تمہارے لئے چمک اُٹھی ہے۔ اور وہ جس کو دنیا بوجہ مرورِ زمانہ ایک عجیب فسانہ خیال کرنے لگی تھی۔ تمہاری عین آنکھوں کے سامنے ظاہر ہو گیا ہے۔ خدا کا جلال ایک نبی کے ذریعے تم پر ظاہر کیا گیا ہے۔ ہاں ایسا نبی جس کی بعثت کی خبر نوحؑ سے لیکر محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاءؑ نے پہلے سے دی تھی۔ خدا نے آج تمہارے لئے پھر یہ امر ثابت کر دیا کہ مَیں صرف انکا خدا نہیں جو مر چکے ہیں بلکہ ان کا بھی خدا ہوں جو زندہ ہیں۔ اور نہ صرف ان کا خدا ہوں جو پہلے گذر چکے ہیں۔ بلکہ ان کا بھی خدا ہوں جو آئندہ آئینگے۔ پس تم اس روشنی کو قبول کرو۔ اور اپنے دلوں کو اس سے منوّر کرلو۔ بہنو اور بھائیو! یہ زندگی عارضی ہے لیکن یہ خیال کرنا غلطی ہے کہ اسکے بعد فنا ہے۔ فنا تو کوئی چیز ہی نہیں۔ روح کو فنا کیلئے نہیں بلکہ ابدی زندگی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اپنی پیدائش کے لمحے سے لیکر انسان ایک نہ ختم ہونیوالے رستے پر چلنا شروع کر دیتا ہے۔ اور سوائے اسکے (۳۲۴) کہ موت اسکی رفتار کی تیزی کا ذریعہ ہو اور کچھ نہیں۔ یہ کیا بات ہے کہ تم جو چھوٹے چھوٹے مقابلوں میں ایک دوسرے سے سبقت لیجانے کی لگاتار کوشش میں لگے رہتے ہو۔ اس بڑے مقابلہ کو نظر انداز کر رہے ہو۔ جسمیں ماضی۔ حال اور مستقبل کی تمام پشتوں کو لازماً حصہ لینا پڑیگا۔ کیا تم کو معلوم نہیں کہ مشرق میں ایک فرستادہ مبعوث کیا گیا۔ اور خدا نے اسکے ذریعے سچائی کو تمہارے دروازوں تک پہنچا دیا ہے۔ تم سچے دل سے اس فضل کا شکریہ ادا کرو جو تم پر کیا گیا۔ تا تم پر زیادہ فضل نازل کیئے جائیں۔ اور تم اسکی رحمت کو لینے کے لئے آگے دوڑو۔ تا تمہارے لئے اس کی محبت ایک جوش مارے۔ یہ کیا بات ہے کہ تم جو تمام ان نیند آور چیزوں کو جو دماغ میں سُستی پیدا کریں۔ نفرت سے دیکھتے ہو۔ کسطرح ایسی چیز سے مطمئن ہو جو نفع رساں نہیں اور روح کی خواہشات کو دبانیوالی ہے۔ تم بُتوں کے سامنے جُھکنے سے تو انکار کرتے ہو۔ پھر کسطرح تم ایسی بُت کے آگے جُھکتے ہو۔ جس میں زندگی کی کوئی علامت نہیں۔ آؤ۔ اور اس ربّانی شرابِ زندگی کو پیو۔ جو خدا نے تمہارے لئے مہیّا کی۔ یہ ایسی شراب ہے جو عقل کو ہلاک کرنیوالی نہیں بلکہ اس کو مضبوط کرنیوالی ہے۔

خوش ہو جاؤ۔ اے دُلہن کی سہیلیو! اور خوشی کے گیت گاؤ۔ کیونکہ دولہا آ پہنچا ہے۔ وہ جسکی تلاش تھی مل گیا ہے۔ وہ جسکا انتظار کیا جا رہا تھا یہانتک کہ انتظار کرنیوالوں کی آنکھیں مدھم پڑ گئی تھیں اب تمہاری آنکھوں کو منوّر کر رہا ہے۔ مبارک ہے جو خدا کے نام پر آیا۔ ہاں مبارک ہے وہ جو خدا کے نام پر آیا۔ وہ جو اسکو پا لیتے ہیں سب کچھ پا لیتے ہیں۔ اور وہ جو اسکو نہیں دیکھ سکتے وہ کچھ بھی نہیں دیکھ سکتے۔ وآخر دعونا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین۔

آفتاب صداقت کا طلوع مغرب میں

امام جماعت احمدیہ لندن میں

(نمبر ۲)

ہندوستانی طلباء کو دعوت
مسلمان ہندوستانی طلباء وہ مختلف اوقات میں چائے پر مدعو ہوئے چنانچہ ۲۰ ستمبر وہ آئے۔ اور مختلف سوالات و جوابات احمدیت اسلام و سیاست پر ہوئے۔

سیاست حاضرہ پر لیکچر
۲۶ ستمبر کی شام سیاست حاضرہ پر حضور کا ایک لیکچر ڈلمنج ہال میں ہوا۔ جہاں آپ کا اس جوش و اخلاص سے استقبال کیا گیا کہ الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتا۔

رسول کریمؐ کی سوانح عمری
۲۸ ستمبر لنڈن فیلڈ میں حضور کا ایک لیکچر اس مضمون پر ہوا کہ رسول کریمؐ کی زندگی اور تعلیم سے نوجوان اور بچے کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

۲۸ ستمبر کو ۴ بجے حضرت صاحب نے بانیان مذہبی کانفرنس اور مختلف مذاہب کے نمائندوں اور لیکچراروں اور لنڈن کے بعض معززین کو چائے پر بلایا۔

کانفرنس مذہبی کا آخری اجلاس
منتظمین کانفرنس کی درخواست پر مذہبی کانفرنس ویمبلے میں آخری تقریر حضور اقدس کی ہوئی جس میں آپ نے بیان فرمایا یہ خیال کہ سب مذاہب اپنی جگہ درست ہیں اس سے امن قائم نہیں ہوتا بلکہ ضروری چیز جس سے بناء محبت قائم ہو گی وہ یہ ہے کہ ہم مفید اور کامل تعلیم اختیار کریں۔

ولیم دی کانکر والا مرد یا پورا ہوا
۲ اکتوبر حضور ایسٹ بورن سٹیشن پر اترے اور پانچ میل فاصلہ پر پیونسی ایک مقام پر گئے خلیج پیونسی کے کنارے ایک مقام الیگزسی (لنگر گاہ) ہے وہاں آپ کو ملکہ الیگزنڈرا کا ایک کندہ ملا جو آپ نے رؤیا میں دیکھا تھا سو آپ نے اس پر پاؤں رکھ کر چاروں طرف نظر کی اور دعا فرمائی۔

۸ اکتوبر کا مکتوب
مکرمی قاضی صاحب۔ السلام علیکم۔ ---- الحمد للہ کہ اس علاقہ میں کام تو اچھی طرح ہو گیا ہے اور آئندہ کے لئے بھی سکیم ایک حد تک ذہن میں آگئی ہے مگر اب اس کام کو چلانے کی ضرورت ہے ×××× افسوس کہ روپیہ اور آدمی ناکافی ثابت ہوئے۔ اگر آدمی زیادہ ہوتے اور روپیہ وقت پر مل جاتا تو میرا خیال ہے کہ سب انگلستان میں تبلیغ ہو سکتی تھی اور ایک سرے سے دوسرے تک شور پڑ سکتا تھا مگر جو کچھ ہو چکا ہے وہ بھی ہماری امیدوں اور یہاں کے پرانے واقفوں کی امیدوں سے بہت بڑھ کر ہوا ہے اب بڑے بڑے لوگ ہمارے آدمیوں سے ملنا ایک ضروری کام خیال کرتے ہیں گو کہ

نہیں سمجھتے۔ رسالہ ریویو کے لئے چوٹی کے آدمیوں کی درخواستیں آرہی ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے اگر کام چلایا گیا تو انشاء اللہ بہت کامیاب رہیگا۔

لنڈن کے نومسلموں کو پیغام احمدؑ

۱۲ اکتوبر ساڑھے چار بجے لنڈن کے نومسلم انگریزوں کو چاء پر اس مقصد کیلئے بلایا گیا کہ ان کو کھلے کھلے طور پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعوۃ پہنچا دی جائے چنانچہ آپنے ایک پیپر پڑھا جس میں فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے اس زمانے میں اسلام کی ترقی حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانی سلسلہ احمدیہ کے ساتھ وابستگی سے متعلق کردی ہے اسکے بعد بہت سے سوالات دجوابات ہوئے۔

دنیا کے ہادی مرکز لنڈن میں پہلی مسجد

۱۹ اکتوبر کو اتوار کے دن حضرت خلیفۃ المسیحؑ نے مسجد کا سنگ بنیاد رکھا۔ جس کی تفصیلی کیفیت بذریعہ تار موصول ہوئی:-

"حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے بروز اتوار بتاریخ ۱۹ اکتوبر ۱۹۲۴ء ۶۳ میلروز روڈ میں لنڈن کی پہلی مسجد کا بنیادی پتھر ۴ بجے شام رکھا۔ سب سے پہلے امام مسجد نے ایک مختصر خوش آمدید کا ایڈریس پڑھا۔ اس سے مجمع بنیاد رکھنے کے موقع کی طرف گیا۔ جہاں قرآن شریف کی مختصر تلاوت کے بعد حضرت خلیفۃ المسیحؑ نے تقریر فرمائی۔ جس میں فرمایا۔ مسجد خدا کا گھر ہے جہاں کسی کو حق نہیں۔ کہ اختلاف عقیدہ کی وجہ سے کسی دوسرے کو تکلیف دے یا نکالے۔ اور یہ کہ میں چاہتا ہوں۔ تمام دنیا میں اس بات کا اعلان کردوں۔ کہ یہ مسجد خدائے واحد کی عبادت اور پرستش کے لئے بنائی گئی ہے۔ ہم کسی شخص کو یہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے سے نہیں روکیں گے۔ بشرطیکہ وہ ان قواعد کو نہ توڑے۔ جو اس گھر کے انتظام کے لئے ضروری ہیں۔ اور بشرطیکہ وہ ان لوگوں کی عبادت میں دخل نہ دے۔ جو اسکو بنانیوالے ہیں۔

اس کے بعد حضور نے فرمایا۔ میں ایمان اور یقین رکھتا ہوں۔ کہ یہ مسجد تمام جھگڑوں اور لڑائیوں کو دور کرنے اور لوگوں میں امن۔ محبت اور خیر خواہی قائم کرنے میں مدد دیگی۔ اور احمدیہ جماعت خدا کے فضل کے ساتھ تمام قسم کی قربانیاں اس وقت تک کرنیکے لئے تیار ہے۔ جبتک کہ تمام تمدنی اور سیاسی لڑائیاں ختم ہو کر محبت کا دور دورہ ہوجائے۔

اس مجمع میں مختلف قوموں کے ممتاز آدمی شامل تھے۔ مثلاً انگریز۔ جاپانی۔ جرمن۔ سرویین۔ زیکوسلویا۔ ایستھونیا۔ مصر۔ امریکہ۔ اٹلی۔ ہنگری اور ہندوستان کے رہنے والے۔ نیز مختلف مذاہب کے لوگ عیسائی مسلمان۔ پارسی اور یہودی بھی تھے۔ اگرچہ بارش کا دن تھا۔ پھر بھی دو سو سے زیادہ معزز بن اس تقریب میں شامل ہوئے۔ جن میں سے اکثر انگریز تھے۔ ان میں سے حسب ذیل آدمی خاص طور پر قابل

ذکر ہیں۔ سر الیگزنڈر ڈیک۔ ورڈز ورتھ کا میئر۔ لیڈی باسلوک۔ مسز این سی سین۔ ڈاکٹر لیون اور لیڈی لیون۔ ان کے علاوہ دوسری سلطنتوں کے مندرجہ ذیل نمائندے شامل تھے۔ بیرن حیاشی مع اپنی معزز لڑکی کے۔ جرمن سفیر۔ ایستھونیا اور سرویا کے وزیر اور زیکوسلویا کا نمائندہ۔ ترکی اور البانیہ اور فن لینڈ کے وزراء نے بذریعہ خطوط ہمدردی کا اظہار کیا جو کہ بیمار ہونیکی وجہ سے نہ آسکے۔ انگلینڈ کی تین سیاسی پارٹیوں کے نمائندوں نے بھی ہمدردی کا اظہار کیا۔ جو کہ الیکشن میں مصروف ہونیکی وجہ سے آنہ سکے۔ وزیر اعظم نے دعوت شمولیت پر امام مسجد اور جماعت احمدیہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے لکھا۔ افسوس ہے کہ میں اس دن لنڈن نہیں ہونگا۔ اس لئے حاضر نہیں ہوسکوں گا۔

اپنی تقریر کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح نے سنگِ بُنیاد نصب کیا۔ اس موقعہ کا بارہ سے زیادہ فوٹوگرافوں نے فوٹو لیا۔ بعد ازاں سینما کی کمپنیوں نے پہلے جبکہ خموشی تھی اور بعد میں جبکہ دعا کی گئی۔ فوٹو لیا۔ اسی جگہ اسی وقت حاضرین کی چاء سے دعوت کی گئی۔

جونہی کہ حضرت خلیفۃ المسیح سنگِ بُنیاد رکھ چکے۔ آپکا تار بلند آواز سے پڑھ کر حضرت خلیفۃ المسیح کو سُنایا دیا۔ تار حضرت مولانا شیر علی صاحب نے جماعت کی طرف سے اس تقریب پر مبارکباد کا بھیجا) مجمع میں ایسی دلچسپی پیدا ہوگئی۔ کہ لوگ بہت دیر تک بعد میں بھی اسی جگہ ٹھیرے رہے۔ ان میں اکثر وزراء بھی شامل تھے۔ جو کہ حضرت صاحب اور حضور کے خدام سے باتیں کرتے رہے۔ انہوں نے سلسلہ کے متعلق اپنی گہری دلچسپی ظاہر کی۔ ورڈز ورتھ کے میئر نے کہا کہ کوئی مذہب جسے اس تقریر کے کسی حصہ پر بھی اعتراض ہو۔ مذہب کہلانے کے لائق نہیں ہوسکتا۔ اور لکھنے والا فرشتہ اس تقریر کو دوام کی سیاہی میں ڈبوئی ہوئی قلموں کے ساتھ لکھیگا۔ زیکوسلویا کے نمائندہ نے کہا کہ مجھے نہایت ہی خوشی ہے کہ مجھے ایسے عجیب خیالات کو پہلی دفعہ سُننے کا موقعہ ملا ہے۔ اس پتھر پر جو کہ نصب کیا گیا۔ مندرجہ ذیل عبارت (انگریزی الفاظ میں) کندہ کیگئی ہے:۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ۔ ھو الناصر

مسجد کا کتبہ | میں دسیع توقعات اور اُمیدوں سے بھرے ہوئے دل کے ساتھ میں مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی امام جماعت احمدیہ جس کا مرکز قادیان (پنجاب) ہندوستان ہے۔ خدا کی رضا کے حصول کے لئے اور اس غرض سے کہ خدا کا ذکر انگلستان میں بلند ہو۔ اور انگلستان کے لوگ بھی اس برکت سے حصہ پاویں جو ہمیں ملی ہے۔ آج ۱۹ ربیع الاول ۱۳۴۳ ہجری المقدس کو اس مسجد کی بنیاد رکھتا ہوں۔ اور خدا سے دعا کرتا ہوں۔ کہ وہ تمام جماعت احمدیہ کے مردوں اور عورتوں کی اس ادنیٰ کوشش کو قبول فرمادے۔ اور اس مسجد کی آبادی کے سامان پیدا کرے۔ اور ہمیشہ کے لئے اس مسجد کو نیکی۔ تقویٰ۔ انصاف اور محبت کے خیالات پھیلانے کا

مرکز بنائے۔ اور یہ جگہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور احمد مسیح موعود نبی اللہ بروز محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نورانی کرنوں کو اس ملک اور دوسرے ملکوں میں پھیلانے کیلئے روحانی سورج کا کام دے۔ اے خدا ایسا ہی کر

۱۹؍اکتوبر سنہ ۱۹۲۴ء فقط ؂

سرزمینِ ہند پر ورود کی خبر حضرت خلیفۃ المسیحؑ ۳۰؍اکتوبر کو پیرس سے روانہ ہوئے اور ۲؍نومبر کی رات کو وینس سے جہاز پر سوار ہو گئے۔

لنڈن میں آخری ایام اور پیرس میں کامیابی ۵؍نومبر کا تار "لنڈن کے قیام کے آخری ایام بہت کامیابی کے دن تھے۔ ملاقاتیں اور گفتگوئیں بہت کثرت سے ہوئیں۔ مختلف ممالک کے نمائندوں نے خواہش ظاہر کی کہ احمدی مبلغ ان کے ممالک میں جائیں۔ اور ہر قسم کی مدد دینے کا وعدہ کیا۔ ایک اسلامی ملک کی نسبت بیان کیا گیا۔ کہ وہ احمدیہ مشن کو بہت خوش آمدید کہیگا۔ اور وہاں اسکی سخت ضرورت ہے۔ پیرس کا قیام بہت مختصر تھا۔ مگر کامیاب۔ مشہور روزانہ اخبارات کے نمائندے ملاقات کے لئے آئے۔ پیرس کی مسجد کی کمیٹی کے سرکاری انتظام کے ماتحت مسجد دیکھی گئی۔ سکرٹری اور انجینروں نے تمام عمارت دکھائی۔ اس مسجد میں پہلی نماز ہم نے پڑھی۔ پریس کے نمائندوں اور سینما کی کمپنیوں نے فوٹو لئے۔ جو روزانہ اخبارات میں شائع ہوئے۔

سرزمینِ ہند پر نزول "اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم بخیر و عافیت بمبئی پہنچ گئے ہیں۔ میں اپنی طرف سے اور اپنے رفقاء کی طرف سے تمام جماعت احمدیہ کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے ہمارے مشن کی کامیابی کے لئے دعائیں کیں۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ وہ حیرت انگیز کامیابی جو ہمیں اپنے اس سفر کے دوران میں حاصل ہوئی محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی وجہ سے تھی۔ اس نے ہر قدم پر ہماری نصرت فرمائی۔ اور ہمارے لئے ایسے اوقات میں دروازے کھولے جبکہ ہمیں کوئی رستہ نظر نہیں آتا تھا۔ میں تمام احباب سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنے آقا و مولا کے اس خاص فضل کو یاد رکھیں۔ اور اپنے آپکو ان بڑی قربانیوں کے لئے تیار کریں۔ جو انہیں ان اثمار کے حاصل کرنے کیلئے کرنی پڑینگی۔ جو گذشتہ چار ماہ کے کام کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہونیوالے ہیں۔ اپنی جماعت کا گذشتہ تجربہ مجھے یقین دلاتا ہے کہ احمدی ہر وہ قربانی کرنے کیلئے بطیب خاطر تیار ہونگے۔ جس کا مطالبہ ان سے کیا جائیگا۔ اور اگر وہ ایسا کرینگے۔ تو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے دروازے اپنے اوپر ایسی کشادگی کے ساتھ کھلے پائینگے۔ اور اسکی نور کو اس طرح درخشاں دیکھیں گے۔ کہ انکے لئے اس دنیا اور اگلی دنیا میں کوئی اور خواہش باقی نہ رہیگی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب پر اپنی برکات نازل فرمائے ؂

بمبئی میں شاندار استقبال بمبئی ۱۹؍نومبر سنہ ۱۹۲۴ء۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا

اپنے ساتھیوں کے الیگزنڈرا ڈک پر جہاز سے اُترتے وقت سلسلہ احمدیہ کے دو سو قائم مقاموں نے جو کہ یہاں ہندوستان اور برما کے مختلف مقامات سے جمع ہوئے تھے۔ استقبال کیا۔ جناب مفتی محمد صادق صاحب نے جماعت احمدیہ کی طرف سے حضور کی خدمت میں سپاس نامہ پیش کیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کا شکریہ ادا کیا۔ اور چند الفاظ اپنے سفر یورپ کی کامیابی کے متعلق ارشاد فرمائے۔ مجمع کے فوٹو لئے گئے۔ اور تمام مجمع ایک جلوس کی صورت میں پھولوں سے سجائی ہوئی موٹروں کے ساتھ لیاقت منزل کی طرف روانہ ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح ۲۰ نومبر کو قادیان کیلئے روانہ ہونگے +

حضرت خلیفۃ المسیح کا ذکر خیر

لنڈن کے اخبارات میں

اس وقت سر تھیوڈور ماریسن جو ڈرہم یونیورسٹی کے وائس چانسلر ہیں۔ کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے۔ سلسلہ احمدیہ کے امام حضرت مرزا محمود احمد کو جو (حضرت) مسیح موعود کے خلیفہ ثانی کے لقب سے ملقب ہیں۔ انٹروڈیوس کیا جنہوں نے فرمایا اپنے ملک میں بعض اوقات دس ہزار یا بارہ ہزار کے مجمع کے سامنے ایک وقت میں چھ چھ گھنٹے تک بولنے کا عادی ہوں۔ لیکن چونکہ مجھے لکھے ہوئے مضامین پڑھ کر سنانے کی عادت نہیں۔ اس لئے میں اجازت چاہتا ہوں کہ میرے سکرٹریوں میں سے ایک میرے مضمون کو پڑھ کر سنائے۔

اس مضمون میں جو چھیاسی (۸۶) صفحے کی کتاب سے مختصر کرکے پڑھ گیا۔ یہ بیان کیا گیا کہ احمدیہ سلسلہ کی بنیاد الٰہی حکم کے ماتحت حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے ۱۸۸۹ء میں ڈالی۔ آپ کا دعویٰ تھا کہ میں مہدی ہوں۔ جسکی آمد کی خوشخبری حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے دی تھی۔ اور میں وہ مسیح ہوں۔ جس کی بائیبل میں اور بعض اسلامی کتب میں بھی خبر دی گئی ہے۔ اور میں وہ موعود مصلح ہوں۔ جس کے آخری زمانہ میں ظاہر ہونے کے متعلق قریباً ہر ایک نبی نے پیشگوئی کی ہے۔ باوجود اس مخالفت اور تکلیف کے جو آپ کو برداشت کرنی پڑی۔ جب آپ نے اپنے اس دعویٰ کے ۱۸ سال بعد وفات پائی تو آپ کے متبعین کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی۔ یہ سلسلہ آپ کے دو جانشینوں کے ماتحت ترقی کرتا گیا۔ اور اب انگلستان۔ جرمنی۔ امریکہ۔ مصر۔ مغربی افریقہ اور مختلف ایشیائی ممالک میں باقاعدہ مشن قائم کر رہے ہیں۔ ایک انگریزی رسالہ اور پانچ اردو اخبارات سلسلہ کے مرکز سے شائع ہوتے ہیں۔ اور یہ بیان کیا گیا۔ کہ اب اس جماعت میں قریباً دس لاکھ آدمی شامل ہیں۔ احمدیہ سلسلہ کے موجودہ امام نے بیان کیا۔ کہ احمدیت کو اسلام سے وہی نسبت ہے جو کہ ابتدائی زمانہ میں مسیحیت کو یہودی مذہب سے

تھی۔ بانی سلسلہ احمدیہ کوئی نئی شریعت یا نیا عہد لیکر نہیں آیا۔ بلکہ وہ صرف اسلام کی حقیقی تعلیم کی تشریح کرنیوالے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ ایسے وقت میں آئے۔ جبکہ وہ تعلیمیں جو اسلام کی طرف منسوب کیجاتی ہیں۔ وہ اسلام کی حقیقی تعلیم سے کوئی مشابہت نہیں رکھتی تھیں۔ مسیحیت کے متعلق مرزا صاحبؑ کا یہ دعویٰ نہیں تھا کہ خود مسیحؑ کی روح نے آپ میں دوبارہ حلول کیا۔ بلکہ آپ کا یہ دعویٰ تھا۔ کہ میں حضرت مسیحؑ ناصری کی طاقت اور روحانیت کے ساتھ ظاہر ہوا ہوں۔ اور میری ظہور سے بائیبل کی وہ پیشگوئی پوری ہوتی ہے۔ جو مسیحؑ کی آمد ثانی کے متعلق تھی۔

یہ موعودؑ ایسے وقت میں پیدا ہوئے۔ جبکہ وہ پیشگوئیاں پوری ہو رہی تھیں۔ جو آخری زمانہ کے حالات کے متعلق تھیں۔ مثلاً اسلامی کتب میں یہ بیان کیا گیا تھا۔ کہ مسیح موعودؑ ایسے وقت میں ظاہر ہوگا۔ جبکہ سود کا سلسلہ ترقی پر ہوگا۔ شراب کثرت سے استعمال کیجائیگی۔ عورتوں کی تعداد مردوں کی تعداد سے بڑھ جائیگی۔ عورتیں ایسا باریک لباس پہنیں گی۔ کہ اس میں سے ان کا بدن نظر آئیگا۔ اور وہ اپنے بدن کے بعض ان حصوں کو برہنہ رکھیں گی جو پہلے ڈھانکے جاتے تھے۔ عورتیں خرید و فروخت کا کام کثرت سے کرینگی۔ مسیحی سلطنتیں اپنے مقبوضات کو بڑھائینگی۔ اور مسلمانوں کی حکومتیں تباہ ہوجائینگی۔ تین بڑی طاقتیں تین اور بڑی طاقتوں کے ساتھ جنگ کرینگی۔ اور وہ طاقتیں جن کے ساتھ قسطنطنیہ کی حکومت شامل ہوگی۔ شکست پاوینگی۔ مسیح موعودؑ کے زمانے کے متعلق اور پیشگوئیاں یہ تھیں۔ کہ شخصی حکومتیں زوال پذیر ہوجائینگی۔ اور مزدوروں کو حکومت کرنیکا موقعہ دیا جائیگا۔ علاوہ ازیں بہت سی ایسی پیشگوئیاں تھیں۔ جو بانی سلسلہ احمدیہ کی ذات میں پوری ہوئیں۔ مثلاً یہ کہ وہ جمعہ کے دن پیدا ہوگا۔ اور توام پیدا ہوگا۔ آپ کی زبان میں قدرے لکنت ہوگی۔ اور آپؑ کا رنگ گندم گوں ہوگا۔ اور بال سیدھے ہونگے۔ آج زبردست نشانات کے ساتھ اللہ تعالیٰ آپکے دعاوی کی صداقت ثابت کر رہا ہے۔ قادیان کا گاؤں جو پنجاب میں واقع ہے۔ اور اس سلسلہ کا مرکز ہے دنیا کے تمام اطراف سے وہاں آباد ہونیکے لئے چلے گئے ہیں۔ اور قریباً تین صد مہمان روزانہ امام سلسلہ کے دسترخوان پر کھانا کھاتے ہیں۔ مسیح موعودؑ نشانات اور معجزات کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی ہر ایک صفت کا مظہر تھا۔ اور آپکے موجودہ جانشین نے محض خدا کے فضل سے کئی موقعوں پر خدا کے شیریں کلام کو سُنا۔ اور اپنی ذات میں یا اپنے ذریعہ دوسرے لوگوں میں خدا تعالیٰ کی صفات کے ظہور کا تجربہ کیا۔

اس مضمون کے آخر پر اس بات کا اظہار کیا گیا کہ زمانہ اس بات کا محتاج ہے۔ کہ تمدنی اور پولیٹیکل مسائل کو ان اخلاقی صفات سے حل کیا جائے۔ جو مذہب سے پیدا ہوتے ہیں + (ٹائمز آف لنڈن)

اِس کانفرنس میں ایک ہلچل ڈالنے والا واقعہ جو اسوقت تک ظاہر ہوا۔ وہ آج سہ پہر کو اسلام کے ایک نئے فرقہ

کا ذکر تھا۔ نئے فرقہ کا لفظ ہم نے آسانی کے لئے اختیار کیا ہے۔ ورنہ یہ لوگ اسکو درست نہیں سمجھتے۔ اس فرقہ کی بنا ان کے قول کے بموجب آج سے چونتیس (۳۴) سال پہلے اس مسیحؑ نے ڈالی۔ جس کی پیشگوئی بائیبل اور دوسری کتابوں میں ہے۔ اس سلسلہ کا یہ دعویٰ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے اپنے صریح الہام کے ماتحت اس سلسلہ کی بنیاد اس لئے رکھی ہے۔ کہ وہ نوع انسان کو اسلام کے ذریعہ خدا تعالیٰ تک پہنچائے۔ ایک ہندوستان کے باشندہ نے جو سفید دستار باندھے ہوئے ہے۔ اور جس کا چہرہ نورانی اور خوش کن ہے اور سیاہ ڈاڑھی رکھتا ہے۔ اور جس کا لقب ہز ہولی نس خلیفۃ المسیحؑ الحاج میرزا بشیر الدین محمود احمدؐ یا اختصاراً خلیفۃ المسیح ہے مندرجہ بالا تحدی اپنے مضمون میں پیش کی۔ جس کا عنوان ہے "اسلام میں احمدیہ تحریک" آپنے اپنا پرچہ خود نہیں پڑھا لیکن نہایت اعلیٰ انگریزی زبان میں چند فقرے فرمائے۔ آپنے فرمایا۔ کہ میں چھ چھ گھنٹے تک بارہ بارہ ہزار آدمیوں کے مجمع میں تقریر کرنے کا عادی ہوں۔ لیکن ۔۔۔۔ کبھی میں نے کبھی ایک غیر زبان میں لکھا ہوا مضمون نہیں پڑھا۔ اور یہ بھی کہا کہ تمام دنیا میں میری جماعت دس لاکھ نفوس کی ہے۔ آپکے ساتھ اس پلیٹ فارم پر چند اتباع و اعوان بھی تھے جو سبز پگڑیاں باندھے ہوئے تھے۔ آپکے ایک اور شاگرد نے جو سرخ رومی ٹوپی پہنے ہوئے تھا۔ آپکا پرچہ کمال خوبی کے ساتھ پڑھا۔ اس سلسلہ کی بنیاد ۱۸۹۰ء میں ملک پنجاب میں حضرت مرزا غلام احمدؐ نے ڈالی۔ جو مسیح موعودؑ اور مہدی موعودؑ ہونیکے مدعی تھے۔ عام مسلمانوں نے انکو ایک مفتری قرار دیا۔ لیکن آپؑ کا سلسلہ ترقی کرتا گیا۔ اور اب باقاعدہ مشن انگلستان۔ جرمنی۔ امریکہ۔ مغربی افریقہ۔ گولڈ کوسٹ۔ مصر۔ ایران اور آسٹریلیا میں موجود ہیں اور بہت سے اخبارات ہیں۔ جو اس سلسلہ کی اشاعت کے لئے وقف ہیں۔ اس سلسلہ کو اسلام سے وہی نسبت ہے جو ابتدا میں مسیحیت کو یہودیت سے تھی۔ اس مضمون کا مصنف بانی سلسلہ کے بعد تیسرا جانشین ہے۔ اور آپنے اپنے مضمون کو جس میں زیادہ تر اسلام کی حمایت اور تائید تھی۔ ایک پُرجوش اپیل کے ساتھ ختم کیا۔ جسمیں انہوں نے حاضرین کو اس نئے مسیحؑ اور اس نئی تعلیم کے قبول کرنیکے لئے مدعو کیا۔ اس بات کا بیان کر دینا بھی ضروری ہے کہ اس پرچہ کے بعد جسقدر تحسین و خوشنودی کا پیرایہ کے ذریعہ اظہار کیا گیا۔ اس سے پہلے کسی پرچہ پر نہیں کیا گیا تھا ۔ (مانچسٹر گارڈین)

ان نہایت ہی شاندار اجتماعوں میں سے جو کہ لنڈن میں کبھی قائم ہوئے۔ ایک وہ شاندار مجمع تھا۔ جو کل امپیریل انسٹیٹیوٹ میں مذہبی کانفرنس کے افتتاح کیلئے منعقد ہوا ×××× حاضرین میں سے ایک نہایت ہی ممتاز صورت ہز ہولی نس حضرت خلیفۃ المسیح الحاج میرزا بشیر الدین محمود احمد کی تھی۔ جو کہ اسلامی سلسلہ احمدیہ کے امام ہیں۔ خلیفۃ المسیح برف کی مانند سفید دستار باندھے ہوئے تھے اور آپکے ہمراہ تیرہ سکرٹری تھے۔ جو ہندوستان سے آپکے ساتھ آئے ہیں۔ اور جنکی دستاریں سبز رنگ کی تھیں ۔ (ڈیلی ایکسپریس ۲۳ ستمبر)

سلسلہ احمدیہ کے متعلق دلچسپ تفاصیل امام جماعت احمدیہ کے مضمون میں تھیں جو کانفرنس کے کل کے اجلاس میں پڑھا گیا۔ اور جسکی مختصر رپورٹ کل کے مارننگ پوسٹ میں شائع ہوئی۔ اس سلسلہ کے بانی حضرت مرزا غلام احمد مہدی ہونیکے مدعی تھے جنکی آمد کی پیشگوئی نبی اللہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمائی۔ نیز ان کا دعویٰ تھا کہ میں وہ مسیح ہوں۔ جس کے نزول کی پیشگوئی بائیبل اور بعض اسلامی کتب میں کیگئی تھی۔ اور نیز میں وہ موعود مصلح ہوں جسکے آخری زمانہ میں ظاہر ہونیکے متعلق قریباً ہر ایک نبی نے پیشگوئی کی ہوئی ہے۔ (مارننگ پوسٹ ۲۵ ستمبر)

اسلام کے اصول کیا ہیں؟

(حضرت خلیفۃ المسیح در لنڈن)

لیڈی:- اسلام کے اصول کیا ہیں؟

حضرت:- ہمیشہ خدا کی مرضی کے تابع ہونا چاہیئے۔ جو کچھ خدا کہے۔ اسکی کامل فرمانبرداری کا نام اسلام ہے۔ اصول اسلام کی تفصیل یہ ہے:-
(۱) خدا ہے۔ اور ایک ہی خدا ہے۔ اسپر ایمان لانا۔ دوم خدا تعالیٰ کی صفات کاملہ پر ایمان لانا۔ سوم یہ کہ خدا زندہ خدا ہے۔ اگرچہ بظاہر کوئی ایسا مذہب نہیں۔ جو یہ کہتا ہو۔ کہ خدا مردہ ہے۔ لیکن زبان سے کہدینا اور چیز ہے۔ مگر جب اعتقادات کو دیکھیں گے۔ تو یہی معلوم ہوگا۔ کہ وہ مردہ خدا پیش کرتے ہیں۔ مثلاً عیسائی مذہب ہی کو لیلو۔ اول تو انہوں نے ایک عاجز انسان کو خدا قرار دیا جسکو یہودیوں نے پکڑ کر صلیب پر چڑھا دیا۔ اور عیسائیوں کے عقیدہ کے موافق وہ مرگیا۔ بلکہ تین دن جہنم میں بھی رہا۔ اسکے علاوہ کسی عیسائی سے پوچھو۔ کہ وہ خدا جسپر تم ایمان رکھتے ہو۔ اب کسی سے کلام کرتا ہے۔ کوئی ایسا شخص ہے۔ جو یہ کہے۔ کہ عیسائی مذہب کے طفیل سے خدا میرے ساتھ کلام کرتا ہے۔ حتیٰ کہ بشپ آف کنٹربری اور پوپ بھی یہ دعویٰ نہیں کرسکتے۔ خدا تعالیٰ نے آدم۔ نوح۔ ابراہیم۔ موسیٰ علیہم السلام کے زمانہ میں ان سے کلام کیا۔ اور پھر مسلمانوں کے عقیدہ کے موافق اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کیا۔ لیکن اب کیوں خاموش ہے۔ کوئی عیسائی پادری اس کا جواب نہیں دیتا۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ عملاً اور اعتقاداً وہ یہی مانتے ہیں۔ کہ خدا مردہ ہے لیکن اسلام اسکی تعلیم نہیں دیتا۔ بلکہ اسلام بتلاتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ ہمیشہ سے اپنے بندوں سے کلام کرتا آیا ہے۔ اور اب بھی کرتا ہے اور ہمیشہ کرتا رہیگا۔ جبکہ اسکی باقی صفات زندہ ہیں۔ تو کلام کرنیکی صفت معطل نہیں ہوسکتی۔ اس لئے ہم کہتے ہیں۔ کہ زندہ خدا پر ایمان رکھنا چاہیئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اس نے کلام کیا۔ اسی طرح جیسے وہ مسیح سے بولا تھا یا دوسرے نبیوں سے بولا تھا۔ اور اب مسیح موعود کے بعد بھی آپ کی جماعت میں ہزاروں آدمی اس نعمت سے حصہ رکھتے ہیں۔ اور میں خود بھی تجربہ کار ہوں۔ اگرچہ میں نبی نہیں ہوں۔ اور نہ دوسرے نبی ہیں۔

پھر اس طرح پر خدا تعالیٰ کی طرف سے جو وحی اور الہام ہوتا ہے۔ اس پر ایمان ہو۔ اور اس بات پر ایمان ہو۔ کہ خدا تعالیٰ نے دنیا کی ہدایت کے لئے نبیوں کو بھیجا ہے۔ اور آخری نبی جس کے ذریعہ شریعت کو کامل کیا۔ وہ

محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آئیندہ نبوت کا سلسلہ تو جاری ہے۔ لیکن کوئی نئی شریعت نہ آئیگی۔ اور نبوت کا یہ نتیجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت اور محبت کے بغیر کسی کو حاصل نہ ہوگا۔ اسی سعادہ سے داخل ہو کر یہ انعام ملے گا ٭

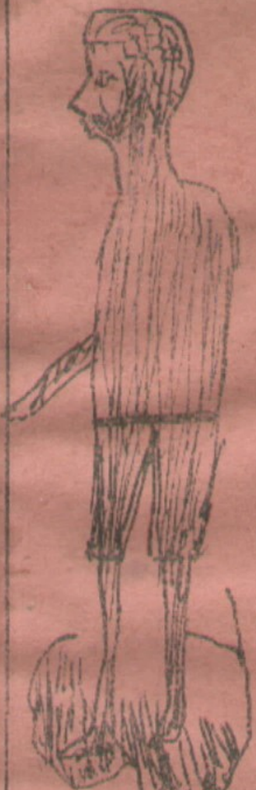
اسی طرح اس بات پر ایمان ہو۔ کہ خدا تعالیٰ ہماری دعاؤں کو سنتا اور قبول کرتا ہے پھر اس بات پر ایمان ہو۔ کہ اعمال کی جزا و سزا ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے اشیاء کے انداز مقرر کر دیئے ہیں۔ اعمال ہم کرتے ہیں اچھے یا بُرے انکے لئے ہم جوابدہ نہیں ہم خود کرتے ہیں۔ اسلئے انکا بدلہ پائینگے۔ اعمال کے جزا و سزا کے بھی مدارج ہیں ٭

اسلام تعلیم دیتا ہے۔ کہ خدا سے محبت کرو۔ اور ایسے اصولوں کے موافق کرو۔ کہ خدا کی تمام صفات کا ظہور تم میں ہو جاوے گویا خدا کی تصویر ہو جائے۔ خدا تعالیٰ نے بائیبل میں جو کہا ہے۔ کہ خدا نے انسان کو خدا نے اپنی صورت پر پیدا کیا۔ اس کا یہی مطلب ہے۔ کہ انسان ان اخلاق اور صفات کو اپنے اندر لے جو خدا تعالیٰ کی وہ مانتا ہے۔ پھر اسلام سکھاتا ہے۔ کہ تمام دنیا سے محبت کریں۔ اور کامل اخلاقی زندگی بسر کریں۔ پھر اسلام تعلیم دیتا ہے۔ کہ مرنے کے بعد بعث ہوگا اور روح زندہ رہیگی۔ اور یہ زندگی رہیگی یہاں تک کہ وہ کمال کو پہنچ جاوے۔ جو اس دنیا میں حاصل نہیں ہو سکا۔ محدود زندگی غیر محدود خدا کی شان کو ظاہر نہیں کرتی۔ بلکہ انسان کی روزانہ ترقی خدا کی لامحدود طاقتوں کو ظاہر کرتی ہے۔ اس لئے مرنے کے بعد بھی ترقی کا یہ سلسلہ جاری رہیگا۔ بعض باتوں سے عام طور پر اسلام یہودیت اور عیسائیت سے ملتا ہے۔ مگر بعض میں نہیں۔ یہودیت یا عیسائیت کی اصل تعلیمات بطور ابتدائی تعلیمات کے ہیں مگر اسلام نے آکر تمام تعلیمات کو کامل کر دیا۔ اور اصل حقیقت کو پیش کر دیا۔ مثلاً اسلام کہتا ہے۔ اخلاقی زندگی بسر کرو۔ دوسرے مذاہب بھی یہ تعلیم تو دیتے ہیں۔ لیکن آپ کسی گرجا میں جاویں۔ یا کسی لیکچرار کا لیکچر سنیں۔ وہ چند باتیں پیش کر کے کہیگا۔ کہ یہ اخلاقی تعلیم ہے۔ اسلام اتنا ہی نہیں کرتا۔ وہ اس اخلاقی تعلیم کی حقیقت کو بیان کریگا۔ ان اسباب اور ذرائع کو بتائے گا۔ جس کے اختیار کرنے سے وہ اخلاقی قوتیں نشو و نما پا سکیں۔ وہ ان اثرات کو بیان کرے گا۔ جو اس سے سوسائٹی پر ہوتے ہیں ٭

یہ کہدینا کہ تم سب سے محبت کرو۔ بظاہر ایک تعلیم اخلاق کی ہے۔ اور ضرور ہے۔ مگر صرف اتنا کہدینے سے کام نہیں چل سکتا سب سے کس طرح محبت کی جاوے۔ اس کے کیا مدارج ہونگے۔ بظاہر ایک فعل ایسا ہو سکتا ہے کہ وہ محبت کا رنگ نہیں رکھتا۔ لیکن حقیقت میں وہ محبت ہوگا۔ اسلام اس تمام حقیقت کو اپنی اخلاقی تعلیم کے اندر رکھیگا۔ مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بھائی کی ظالم ہو یا مظلوم مدد کرو۔ صحابہؓ نے پوچھا کہ مظلوم کی تو مدد ہو سکتی ہے ظالم کی کس طرح کریں۔ فرمایا کہ اسکو ظلم سے روک دو۔ اب ظالم کے ساتھ محبت کا طریق الگ ہوگا۔ غرض ہر اخلاقی تعلیم کی تفاصیل میں جب ہم جاتے ہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسلام نے جو تعلیم دی ہے وہ سب مذاہب کی تعلیم کے مقابلہ میں معقول اور مکمّل ہے ٭

ہر انگریزی مہینے کی پانچ تاریخ قادیان دار الامان ضلع گورداسپور پنجاب سے شائع ہوتا ہے

فصلی بخار و طحال کی دوا





فصلی بخار اور طحال کے لئے یہ ایک ہی دوا ہے

آج کل سینکڑوں اشتہار فصلی بخار و طحال کی دوا کا آپ دیکھتے ہونگے۔ مگر ان میں عموماً کونین جز رہتی ہے لئے یہ دوا ایسی بخار کو کچھ وقت تک تو روک دیتی ہیں مگر جڑ سے آرام نہیں کر سکتی ہیں لیسے بخار کے لئے ڈاکٹر ایس کے برمن کی فصلی بخار و طحال کی دوا چند روز میں ایکدم آرام کرنیکا خاص دعوٰی رکھتی ہے اور عوام کے فائدہ کو مدِ نظر رکھ کر قیمت بھی بہت ہی کم رکھی گئی ہے۔ اسمیں تین خاص صفتیں ہیں (۱) یہ ملیریا کے کیڑوں کو مار دیتی ہے۔ اس لئے چار پانچ ہی خوراک کے استعمال سے بخار کا آنا بند ہو جاتا ہے (۲) یہ خون کو گاڑھا کرتی ہے۔ اور اسکی خرابیوں کو مٹاتی ہے (۳) یہ طحال کو گلاتی ہے۔ قیمت فی شیشی کلاں عہ شیشی خورد ۱۰ محصولڈاک شیشی کلاں ۸ اور خورد ۵

پرانے تپ یا بخار کی گولیاں

لرزہ بخار پرانا ہو جانے پر باری سے نہ آکر دن رات تھوڑا بہت چڑھا رہتا ہے۔ جسم کا خون پانی سا ہو جاتا ہے۔ اور آدمی کا رنگ پھیکا میلا ہو جاتا ہے۔ تھوڑی محنت سے کلیجہ کانپنے لگتا ہے۔ سانس پھولتی ہے کھانے کی خواہش اور قوت بہت ہی گھٹ جاتی ہے۔ تلی کے بڑھنے سے پیٹ نکل آتا ہے۔ کبھی منہ اور ہاتھ پیروں میں ورم آجاتا ہے اور زندگی وبال ہو جاتی ہے۔ ایسی حالت میں یہ گولیاں فائدہ کرتی ہیں۔ اور چار پانچ ہی خوراک میں بخار کا آنا بند ہو جاتا ہے۔ قیمت پچیس گولیوں کی ڈبیہ ۱۰ محصولڈاک ایک سے دو ڈبیہ تک ۱۰

کونین کی گولیاں

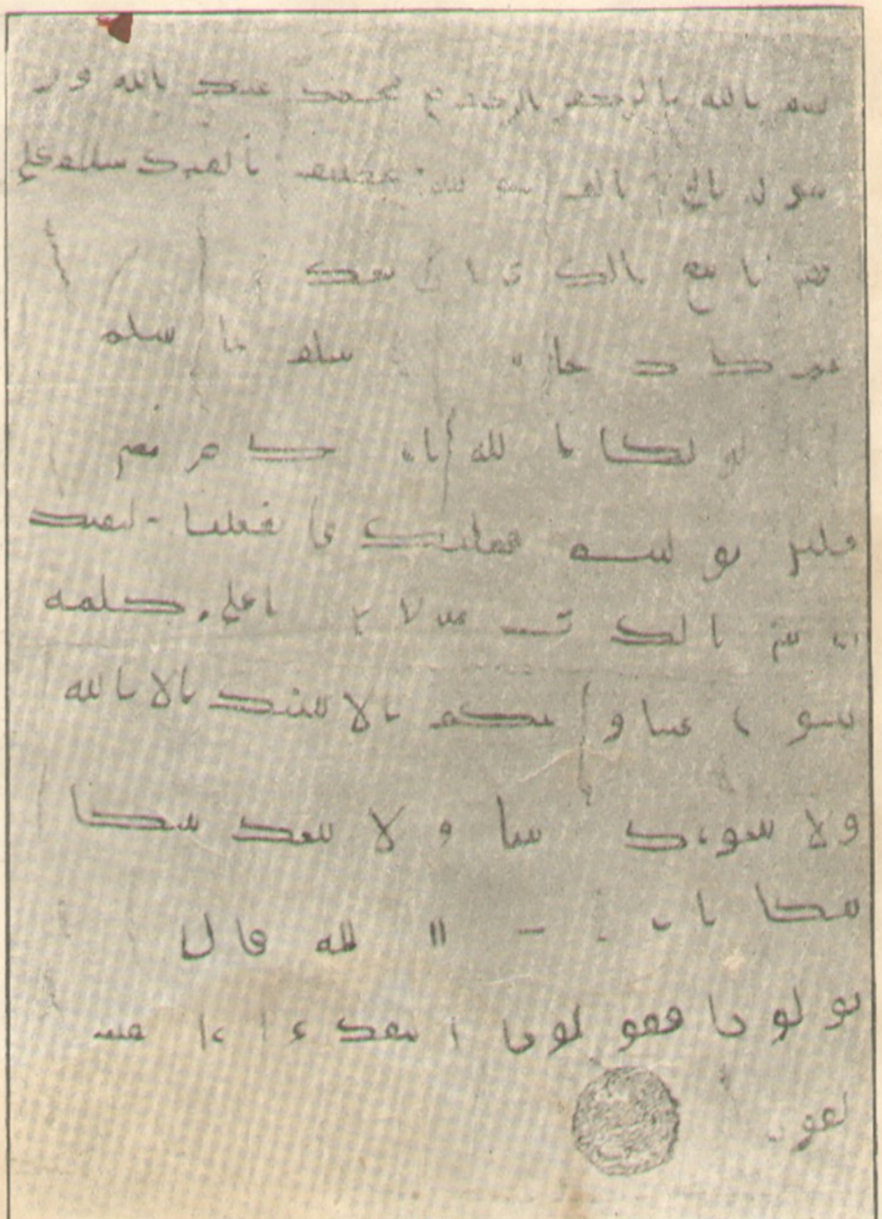
یہ چار گرین کی خوبصورت چھوٹی ٹکیاں کل میں بنتی ہیں اور سنہری پیٹنٹ ڈبیہ میں ہوتی ہیں کونین کا استعمال کرنا ہو تو یہ گولیاں پاس رکھئے اسمیں وزن کی ضرورت نہ کھلانے میں تلخ ہے قیمت پچیس گولیوں کی ڈبیہ عہ محصولڈاک ۱۰

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تارا چند دت اسٹریٹ۔ کلکتہ

دوسری طرف اس مکتوب کا عکس ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقوقس حاکم مصر کے نام لکھا تھا۔ چونکہ یہ پرانی رسم الخط ہے اس لیے ناظرین کی آسانی کے لیے موجودہ رسم الخط میں اس کی نقل نیچے سطر بسطر کی گئی ہے مزید واقفیت کے لیے دیکھو ریویو آف ریلیجنز بابت اگست ۱۹۰۶ء ''احادیث کی صداقت پر بے نظیر شہادت''۔

بسم الله الرحمٰن الرحیم من محمد عبد الله ور
سوله الی المقوقس عظیم القبط سلام علیٰ
من اتبع الهدیٰ اما بعد فانی اد
عوك بدعایة الاسلام اسلم تسلم
یؤتك الله اجرك مرتین
فان تولیت فعلیك اثم القبط
یا اهل الکتاب تعالوا الیٰ کلمة
سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا الله
ولا نشرك به شیئاً ولا یتخذ بعضنا
بعضا ارباباً من دون الله فان
تولوا فقولوا اشهدوا بانا مس
لمون





Facsimile of the Prophet's letter to the King of Egypt.

By permission of the Editor of the "Journal of the Moslem Institute."